هٰذا بلاغ للناس
ماهنامه
کراچی
البلاغ
زیر سرپرستی:
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم

اشاعتِ خصوصی — جہادِ ستمبر

مدیر اعلیٰ
محمد تقی عثمانی

مدیر انتظامی
خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری

جلد ۲

شمارہ ۶

جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۸۸ھ

ستمبر سنہ ۱۹۶۸ء

فی پرچہ: ۵۰ پیسے ۰ سالانہ: ۶ روپے ۰ غیر ممالک سے: ۱ پونڈ سالانہ ۰ ہوائی ڈاک سے: ۲ پونڈ سالانہ

ڈاک کا پتہ: ماہنامہ "البلاغ" - دار العلوم - کراچی - فون ۳۸۱۱۷

ہندوستانی خریدار مندرجہ ذیل پتہ پر چندہ ارسال فرما کر ڈاکخانہ کی رسید ہمیں بھیج دیں رسالہ ان کے نام جاری کر دیا جائیگا
مولانا ظہور الحسن صاحب - خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یو۔پی)

اس شمارے کی قیمت ——— ۷۵ پیسے

ترتیب

ذکر و فکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنھوں نے اس جہان میں حق کا بول بالا کیا

ستمبر ۱۹۶۵ء کے سترہ دن ہماری تاریخ کے ایسے ناقابلِ فراموش دن بن چکے ہیں، جن کا تصور دل میں محبت وعقیدت کے جذبات کا ایک تلاطم بپا کردیتا ہے۔ مجاہدین کے شوقِ شہادت، جذبۂ فداکاری، شجاعت وجوانمردی ایثار و قربانی اور اس کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے غیبی امداد کے جو حیرت انگیز واقعات کبھی اپنے ماضی کی تاریخوں میں پڑھا کرتے تھے، اللہ نے ان سترہ دنوں میں کھلی آنکھوں دکھا دیئے۔ پاکستان کی جانباز افواج کے زندہ جاوید کارناموں نے صرف پاکستان ہی کا نہیں، پورے عالم اسلام کا سر فخر سے اونچا کردیا اور دشمنانِ اسلام کو ایک بار پھر یہ سبق مل گیا کہ مسلمان جب لا الٰہ الا اللہ کی ناموس کی خاطر جہد و عمل کے میدان میں آتا ہے تو قدرت اس کے ہاتھ پر اپنے معجزات کے کیسے کیسے کرشمے ظاہر کرتی ہے۔

۶ ستمبر کو پاکستان بھر میں اس جہاد کی یادگار منائی جائے گی ———— ہم ان صفحات میں اس سے قبل کئی بار یہ لکھ چکے ہیں کہ اسلام میں کسی اہم واقعے کی یادگار منانے کا طریقہ مروجہ طریقوں سے بہت مختلف ہے۔ اسلام کسی کی یاد میں صرف چند رسمی مظاہرے، جلسے جلوس اور جشن و تقریبات منعقد کرنے کے بجائے اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اُس واقعے سے حاصل ہونے والے سبق کو تازہ کیا جائے، اور اس سبق کے مطابق اپنی زندگی میں ضروری تبدیلیاں لائی جائیں، یہ احساس اب شدید سے شدید تر ہوتا جارہا ہے کہ ستمبر ۱۹۶۵ء کے جہاد نے ہمیں جو زرّین سبق دیئے تھے، ہم رفتہ رفتہ ان سے بہت دور ہورہے ہیں، اور ان سترہ دنوں میں پوری قوم کے اندر نہ صرف جذبات بلکہ عمل کا بھی جو خوشگوار انقلاب آیا تھا اب وہ بھی قصۂ ماضی بنتا جارہا ہے، ڈر یہ لگتا ہے کہ یہ حسین انقلاب کہیں وہ وقتی اُبال ثابت نہ ہو جو قوموں کے زوال کی علامت ہوا کرتا ہے۔

اس بات کو سمجھنے اور یقین کرنے کے لئے کسی طول طویل فلسفے کی ضرورت نہیں کہ ستمبر ۱۹۶۵ء کے جہاد میں ہماری

فتح خالصۃً اللہ تعالیٰ کا ایک غیر معمولی انعام تھی، ورنہ ظاہری اسباب و وسائل کے لحاظ سے پاکستان اور ہندوستان کی فوجی طاقت میں کوئی معقول تناسب نہیں تھا۔ یوں تو دنیا کا ہر فرد سرسری معلومات ہی کے ذریعے اس حقیقت سے واقف ہے، لیکن مزید اطمینان کے لئے مندرجہ ذیل مستند اعداد و شمار ملاحظہ فرمالیجئے جو جناب بریگیڈیئر گلزار احمد صاحب نے اپنی کتاب میں درج کئے ہیں: ۶ ستمبر کے دن پاکستان اور ہندوستان کی پیادہ (انفنٹری) بٹالینوں کی تعداد مندرجہ ذیل تھی۔

علاقہ	پاکستان		بھارت	
ٹیٹوال	پاکستان ۱	۳	۳	۱۱
اڑی	آزاد کشمیر ۲		۸	
درہ حاجی پیر، پونچھ	پاکستان ۲	۵	۲۰	
	آزاد کشمیر ۳			
اکھنور		۶	۱۰	
سیالکوٹ جموں		۲	۹	
جونڈہ (دو دن بعد)		۴	۲۴	

علاقہ	پاکستان		بھارت	
جسّر	۲		۳	
واگہ	۷ (بشمول ۲ ریزرو)		۱۷	
برکی	۲		۷	
کھیم کرن	۶ ستمبر کو ۵	۱۲	۱۳	۱۷
حسینی والا قصور	۷ ستمبر اور اس کے بعد ۷		۴	
سلیمانکی	۲		۴	
تھر راجستھان	۲		۸	

(Pakistan Meets Indian challenge P. 153)

افرادی قوت کے اس تناسب کی موجودگی میں اسے اللہ کی رحمت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ہمارے قابل فخر جانباز سپاہیوں کو اپنے سے چار گنے دشمن کے مقابلہ میں ایک ناقابل تسخیر چٹان بن جانے کا حوصلہ عطا فرمایا اور دشمن ان کے ساتھ ٹکرا کر سر پھوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ کر سکا۔

لہٰذا اس جہاد کا سب سے اہم سبق یہ تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس انعام پر اس کا حقیقی و عملی شکر ادا کریں اور اپنی زندگی کے ہر ہر شعبے پر نظر ثانی کر کے اسے لا الٰہ الا اللہ کے اس کلمے کے مطابق بنانے کی کوشش کریں جو ہمارے وجود کی بنیاد، ہمارے بقا کا سبب اور ہماری حفاظت کا ضامن ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ ہم روز بروز اس سبق سے دور ہوتے جا رہے ہیں، ہماری زندگی میں جتنی خوشگوار تبدیلیاں جہاد کے زمانے میں پیدا ہوئی تھیں، اب ایک ایک کر کے ان کا نشان مٹ رہا ہے، عیش پرستی اور عافیت کوشی نے ہماری عقلوں اور ہمارے دلوں پر غفلت کے حجاب ڈال دیئے ہیں، اور ہمارا وہ اجتماعی شعور پھر خود غرضی کا شکار ہو کر سو چکا ہے جسے جنگ کے ہنگامے نے بیدار کیا تھا۔

یہی احساس ہے جس کے پیش نظر "البلاغ" کے زیر نظر شمارے میں اکثر مضامین آپ کو جہاد ستمبر سے متعلق ملیں گے، ہمیں مسرت ہے کہ ہماری درخواست پر ملک کے ممتاز ماہرین دفاع، علمائے دین، شعراء اور اہل قلم حضرات نے اس جہاد سے متعلق اپنے تاثرات و خیالات سے ہمیں مستفید فرمایا، ہماری دردمندانہ گزارش ہے کہ ان مضامین کو اس عزم کے ساتھ پڑھا جائے کہ یہ ہماری زندگی پر اثر انداز ہوں گے، اور ہم ان سے عملی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، اس شمارے میں بہت سی باتیں آپ کو مکرر بھی نظر آئیں گی لیکن یہ سب باتیں وہ ہیں جن کا تکرار سراسر مفید ہی مفید ہے، اگر ہمیں ایک زندہ قوم کی حیثیت سے اس دنیا میں رہنے کی آرزو ہے تو ہمیں ان باتوں کو اپنی لوح دل پر نقش کرنا پڑے گا، خدا کرے یہ شمارہ اس سلسلے میں کوئی مفید خدمت انجام دے سکے اور اس کا مطالعہ محض برائے مطالعہ ہو کر نہ رہ جائے ——— آمین

محمد تقی عثمانی
۲۷ جمادی الاولیٰ ۸۸ھ

معارف القرآن

سورۂ حجر کا آخری رکوع

وان کان اصحاب الایکۃ لظلمین ○ فانتقمنا منھم، وانھما لبامام مبین ○ ولقد کذب اصحب الحجر المرسلین ○ واتینھم ایتنا فکانوا عنھا معرضین ○ وکانوا ینحتون من الجبال بیوتا اٰمنین ○ فاخذتھم الصیحۃ مصبحین ○ فما اغنیٰ عنھم ما کانوا یکسبون ○ وما خلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق ط وان الساعۃ لاٰتیۃ فاصفح الصفح الجمیل ○ ان ربک ھو الخلّٰق العلیم ○

خلاصۂ تفسیر

قصہ اصحاب ایکہ اور اصحاب حجر — اور بن والے (یعنی شعیب علیہ السلام کی امت بھی) بڑے ظالم تھے سو ہم نے ان سے (بھی) بدلہ لیا (اور ان کو عذاب سے ہلاک کیا) اور دونوں (قوم کی) بستیاں صاف سڑک پر واقع ہیں (اور شام کو جاتے ہوئے راہ میں نظر آتی ہیں) اور حجر (بکسر حا) والوں نے (بھی) پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا (کیونکہ جب صالح علیہ السلام کو جھوٹا کہا اور سب پیغمبروں کا اصل دین ایک ہی ہے تو گویا سب کو جھوٹا بتلایا) اور ہم نے ان کو اپنی (طرف سے) نشانیاں دیں (جس سے اللہ تعالےٰ کی توحید اور حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت ثابت ہوتی تھی مثلاً دلائل توحید اور ناقہ کہ معجزہ صالح علیہ السلام کا تھا) سو وہ لوگ ان (نشانیوں) سے روگردانی (ہی) کرتے رہے اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے تھے کہ (ان میں سب آفات سے) امن میں رہیں سو ان کو صبح کے وقت (خواہ اول ہی صبح میں یا دن چڑھے علی الاحتمالین آواز سخت نے آپکڑا سو ان کے (دنیوی) ہنر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ (ان ہی مستحکم گھروں میں عذاب سے کام تمام ہوگیا۔ اس آفت سے ان کے گھروں نے نہ بچالیا، بلکہ اس آفت کا ان کو احتمال بھی نہ تھا اور اگر ہوتا بھی تو کیا کرتا)

فائدہ :- ایکہ۔ بن یعنی گھنے جنگل کو کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ مدین کے پاس ایک بن تھا اس لئے ایکہ اصحاب مدین ہی کا لقب ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اصحاب ایکہ، اور اصحاب مدین۔ دو علٰحدہ علٰحدہ قومیں تھیں، ایک قوم کی ہلاکت کے بعد شعیب علیہ السلام دوسری قوم کی طرف

مبعوث ہوئے۔

تفسیر روح المعانی میں ابن عساکر کے حوالے سے یہ مرفوع حدیث نقل کی گئی ہے کہ "ان مدین و اصحاب الایکۃ امتان بعث اللہ تعالیٰ الیہما شعیبا علیہ السلام" واللہ اعلم

اور حجر ایک وادی ہے جو حجاز و شام کے درمیان واقع ہے اس میں قوم ثمود آباد تھی۔

شروع سورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار مکہ کو جو شدید عناد و مخالفت تھی اس کا بیان تھا، اسی کے ساتھ اجمالاً آپ کی تسلی کا مضمون بھی ذکر کیا تھا۔ اب ختم سورت پر اسی عناد و مخالفت کے بارے میں آپ کی تسلی کے لئے تفصیلی مضمون بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کے عناد و خلاف سے غم نہ کیجئے، کیونکہ اس کا ایک روز فیصلہ ہونے والا ہے اور وہ روز قیامت ہے جس کی آمد کے متعلق ہم آپ سے تذکرہ کرتے ہیں کہ) ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیانی چیزوں کو بغیر مصلحت کے نہیں پیدا کیا۔ (بلکہ اس مصلحت سے پیدا کیا کہ ان کو دیکھ کر صانع عالم کے وجود اور وحدت و عظمت پر استدلال کر کے اس کے احکام کی اطاعت کریں اور بعد اقامت اس حجت کے جو ایسا نہ کرے وہ معذب ہو) اور (دنیا میں پورا عذاب ہوتا نہیں تو اور کہیں ہونا چاہئے اس کے لئے قیامت مقرر ہے، پس) ضرور قیامت آنے والی ہے (وہاں سب کو بھگتایا جائے گا) سو آپ (کچھ غم نہ کیجئے بلکہ) خوبی کے ساتھ (ان کی شرارتوں سے) درگذر کیجئے۔ (درگذر کا مطلب یہ ہے کہ اس غم میں نہ پڑئے اس کا خیال نہ کیجئے۔ اور خوبی یہ کہ شکوہ و شکایت بھی نہ کیجئے کیونکہ) بلاشبہ آپ کا رب (جو نکہ) بڑا خالق (ہے اس سے ثابت ہوا کہ) بڑا عالم (بھی) ہے (سب کا حال اس کو معلوم ہے آپ کے صبر کا بھی ان کی شرارت بھی اس لئے ان سے پورا پورا بدلہ لے لیگا)

ولقد آتینٰک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم ○ لا تمدّنّ عینیک الیٰ ما متعنا بہ ازواجًا منہم ولا تحزن علیہم واخفض جناحک للمؤمنین وقل انی انا النذیر المبین ○ کما انزلنا علی المقتسمین ○ الذین جعلوا القرآن عضین ○ فوربک لنسئلنّہم اجمعین ○ عما کانوا یعملون ○ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین ○ انا کفینٰک المستہزئین ○ الذین یجعلون مع اللہ الٰہًا آخر فسوف یعلمون ○ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون ○ فسبّح بحمد ربک وکن من الساجدین ○ واعبد ربک حتی یأتیک الیقین ○

خلاصۂ تفسیر

اور (آپ ان کے معاملہ کو نہ دیکھئے کہ موجب غم ہوتا ہے ہمارا معاملہ اپنے ساتھ دیکھئے کہ ہماری طرف سے آپ کے ساتھ کس قدر لطف وعنایت ہے چنانچہ) ہم نے آپ کو (ایک بڑی بھاری نعمت یعنی) سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور وہ (بوجہ جامع مضامین عظیمہ ہونے کے اس قابل ہے کہ اس کے دینے کو یوں کہا جاوے کہ) قرآن عظیم دیا (مراد اس سے سورۂ فاتحہ ہے جس کی عظمت کی وجہ سے اس کا نام ام القرآن بھی ہے۔ پس اس نعمت اور منعم کی طرف نگاہ رکھئے کہ آپ کا قلب مسرور و مطمئن ہو ان لوگوں کے

عناد و خلاف کی طرف التفات نہ کیجئے اور) آپ اپنی
آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھئے (نہ بلحاظ افسوس نہ بلحاظ
ناراضگی) جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو (مثلاً یہود
ونصاریٰ، مجوس اور مشرکین کو) برتنے کے لئے دے رکھی ہے
(اور بہت جلد ان سے جدا ہو جائے گی) اور ان (کی حالت کفر
پر) کچھ غم نہ کیجئے (بلحاظ ناراضگی نظر کرنے سے یہ مراد ہے کہ
چونکہ وہ دشمن خدا ہیں اس لئے بوجہ بغض فی اللہ غصہ آئے کہ
ایسی نعمتیں ان کے پاس نہ ہوتیں، اس کے جواب کی طرف
مَتَّعْنَا میں اشارہ ہے کہ یہ کوئی بڑی بھاری دولت نہیں
کہ ان مبغوضین کے پاس نہ ہوتی، یہ تو متاع فانی ہے بہت
جلد جاتا رہے گا، اور بلحاظ افسوس نظر کرنے کا مطلب یہ ہوگا
کہ افسوس یہ چیزیں ان کو ایمان سے مانع ہو رہی ہیں اگر یہ
نہ ہوں تو غالباً ایمان لے آئیں، اس کا جواب لَا تَحْزَنْ
میں ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ان کی طینت میں حد درجہ
عناد ہے ان سے کسی طرح توقع نہیں، اور حزن ہوتا ہے خلاف
توقع پر جب توقع نہیں تو پھر حزن بے وجہ ہے! اور بلحاظ
حرص نظر کرنے کا تو آپ سے احتمال ہی نہیں۔ غرض یہ
کہ آپ کسی طرح بھی ان کفار کے فکر و غم میں نہ پڑیئے) اور
مسلمانوں پر شفقت رکھئے (یعنی فکر مصلحت اور شفقت کیلئے
مسلمان کافی ہیں کہ ان کو اس سے نفع بھی ہے) اور (کافروں
کے لئے چونکہ فکر مصلحت کا کوئی نتیجہ نہیں اس لئے ان کی
طرف توجہ بھی نہ کیجئے، البتہ تبلیغ جو آپ کا فرض منصبی ہے اس کو
ادا کرتے رہئے اور اتنا) کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا (تم کو خدا کے
عذاب سے) ڈرانے والا ہوں (اور خدا کی طرف سے تم کو یہ
مضمون پہنچاتا ہوں کہ وہ عذاب جس سے ہمارا نبی ڈراتا
ہے تم پر کسی وقت ضرور نازل کریں گے) جیسا ہم نے
(وہ عذاب) ان لوگوں پر (مختلف اوقات گذشتہ میں)
نازل کیا ہے جنھوں نے (احکام الٰہی کے) حصے کر رکھے تھے
یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزا قرار دئے تھے (ان

میں جو مرضی کے موافق ہوا مان لیا جو مرضی کے خلاف ہوا
اس سے انکار کر دیا۔ مراد اس سے سابق یہود و نصاریٰ ہیں
جن پر مخالفت انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے عذابوں کا
ہونا مثل مسخ بصورت بندر و خنزیر، قید، قتل اور ذلت
مشہور و معروف تھا مطلب یہ کہ عذاب کا نازل ہونا امر بعید
نہیں، پہلے ہو چکا ہے اگر تم پر بھی ہو جائے تو تعجب کی کونسی بات
ہے، خواہ وہ عذاب دنیا میں ہو یا آخرت میں، اور جب
تقریر مذکور سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جس طرح پچھلے لوگ
مخالفت انبیاء کی وجہ سے عذاب کے مستحق تھے اسی طرح
موجودہ لوگ بھی مستحق عذاب ہو گئے ہیں۔ سو (اے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو) آپ کے پروردگار کی (یعنی اپنی) قسم
ہم ان سب (اگلوں اور پچھلوں) سے ان کے اعمال کی (قیامت
کے روز) ضرور باز پرس کریں گے (پھر ہر ایک کو اس کے
مناسب سزا دیں گے) غرض (حاصل کلام یہ کہ) آپ کو جس
بات (کے پہنچانے) کا حکم کیا گیا ہے اس کو (تو) صاف
صاف سنا دیجئے اور (اگر یہ نہ مانیں تو) ان مشرکوں (کے نہ
ماننے) کی (مطلق) پروا نہ کیجئے (یعنی غم نہ کیجئے جیسا اوپر آیا
ہے لاتحزن۔ اور نہ طبعی طور پر خوف کیجئے کہ یہ مخالف
بہت سے ہیں کیونکہ) یہ لوگ جو آپ کے اور خدا کے
مخالف ہیں چنانچہ آپ پر تو) ہنستے ہیں (اور) اللہ تعالیٰ
کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان (کے شر و ایذاء)
سے آپ (کو محفوظ رکھنے کے لئے (اور ان سے بدلہ لینے
کے لئے) ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے (کہ
استہزاء اور شرک کا کیا انجام ہوتا ہے غرض جب ہم کافی
ہیں پھر کا ہے کا خوف ہے) اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ
لوگ جو کفر و استہزاء کی) باتیں کرتے ہیں اس سے آپ
تنگ دل ہوتے ہیں (کہ یہ طبعی بات ہے) سو (اس کا
علاج یہ ہے کہ) آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتے
رہئے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ

(اسی حالت میں) آپ کو موت آجائے (یعنی مرتے دم تک فکر و عبادت میں مشغول رہیئے۔ کیونکہ ذکر اللہ اور عبادت میں آخرت کے اجر و ثواب کے علاوہ یہ خاصیت بھی ہے کہ دنیا میں جب انسان اس طرف لگ جاتا ہے تو دنیا کے رنج و غم اور تکلیف و مصیبت ہلکی ہوجاتی ہے

معارف و مسائل

سورۂ فاتحہ پورے قرآن کا متن اور خلاصہ ہے

ان آیات میں سورۂ فاتحہ کو قرآن عظیم کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ سورۂ فاتحہ ایک حیثیت سے پورا قرآن ہے کیونکہ اصول اسلام سب اس میں سموئے ہوئے ہیں۔

محشر میں سوال کس چیز کا ہوگا

آیت مذکورہ میں حق تعالےٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھاکر فرمایا ہے کہ ان سب اگلوں پچھلوں سے ضرور سوال اور باز پرس ہوگی۔

صحابۂ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ۔۔۔۔۔۔ کہ یہ سوال کس معاملے کے متعلق ہوگا تو آپ نے فرمایا قول لا الٰہ الا اللہ کے متعلق۔ تفسیر قرطبی میں اس روایت کو نقل کرکے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک اس سے مراد اس عہد کو عملی طور پر پورا کرنا ہے جس کی علامت کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ محض زبانی قول مقصود نہیں کیونکہ زبان سے اقرار تو منافقین بھی کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ ایمان کسی خاص وضع و ہیئت بنانے سے اور دین محض تمنائیں کرنے سے نہیں بنتا بلکہ ایمان اس یقین کا نام ہے جو قلب میں ڈال دیا گیا ہو اور اعمال نے اس کی تصدیق کی ہو جیسا کہ ایک حدیث میں حضرت زید بن ارقم رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے گا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ اس کلمہ میں اخلاص کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب یہ کلمہ انسان کو اللہ کے محارم اور ناجائز کاموں سے روک دے تو وہ اخلاص کے ساتھ ہے (قرطبی)

تبلیغ و ارشاد میں تدریج بقدر استطاعت

فاصدع بما تومر اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام چھپ چھپ کر عبادات اور تلاوت کرتے تھے اور تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ بھی خفیہ ہی ایک ایک دو دو فرد کے ساتھ جاری تھا کیونکہ اظہار و اعلان میں کفار کی ایذارسانی کا خطرہ تھا۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے استہزا کرنے والے اور ایذا دینے والے کفار کی ایذا سے محفوظ رکھنے کی خود ذمہ داری لے لی اس لئے اس وقت سے بے فکری کے ساتھ اعلان و اظہار کے ذریعہ تلاوت و عبادت اور تبلیغ و دعوت کا سلسلہ شروع ہوا۔

انا کفینٰک المستھزئین میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان کے بارے پانچ آدمی تھے عاص بن وائل اسود بن المطلب، اسود بن عبد یغوث ولید بن مغیرہ حارث بن طلاطلہ یہ پانچوں معجزانہ طور پر ایک ہی وقت میں حضرت جبرئیل کے اشارے سے ہلاک کردیئے گئے۔

اس واقعہ سے تبلیغ و دعوت کے معاملہ میں یہ حاصل ہوا کہ اگر انسان کسی ایسے مقام یا ایسے حال میں مبتلا ہوجائے کہ وہاں حق بات کو علی الاعلان کہنے سے ان لوگوں کو تو کوئی فائدہ پہونچنے کی توقع نہ ہو اور الٹا آپ کو نقصان و تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں یہ کام خفیہ طور پر کرنا بھی درست اور جائز ہے البتہ جب اظہار و اعلان کی قدرت ہوجائے تو پھر اعلان میں کوتاہی نہ کی جائے۔

دشمنوں کی ایذا سے تنگدلی کا علاج

ولقد نعلم الی فسبح سے معلوم ہوا کہ جب انسان کو دشمنوں کی باتوں سے رنج پہونچے اور دل میں تنگی پیش آئے تو اس کا روحانی علاج یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی تسبیح و عبادت میں مشغول ہوجائے، اللہ تعالےٰ خود اس کی تکلیف کو دور فرمادیں گے۔

تمت سورۃ الحجر بعونہ تعالےٰ۔

تیسری قسط

محمد تقی عثمانی

عیسائیت کا بانی کون ہے؟

عقیدۂ کفارہ

ATONEMENT

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات نہایت مدلل طریقے سے واضح ہو جاتی ہے کہ عقیدۂ حلول و تجسم نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی ارشاد سے ثابت ہے اور نہ کوئی حواری اس کا قائل تھا، بلکہ اسے سب سے پہلے پولس نے پیش کیا ہے، آیئے اب عیسائی مذہب کے دوسرے عقیدے یعنی "عقیدۂ کفارہ" کے بارے میں یہ تحقیق کریں کہ اس کا بانی کون ہے! اور اس کی اصل کہاں سے نکلی ہے؟

یہ عقیدہ بقول مسٹر ڈینیل وِلسن عیسائی مذہب کی جان ہے[1]، آپ پہلے باب میں پڑھ چکے ہیں کہ ایک طرف عیسائی مذہب کے مطابق انسان کی نجات اس عقیدے پر موقوف ہے، بپتسمہ اور عشاء ربانی کی رسمیں بھی اسی عقیدے کی بنیاد پر وضع ہوئی ہیں۔ دوسری طرف اس عقیدے کی پشت پر جو فلسفہ ہے وہ بڑا پیچیدہ اور دقیق ہے۔ لہٰذا آپ کا خیال شاید یہ ہوگا کہ اناجیل اربعہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بہت سے ارشادات کے ذریعہ اس کی وضاحت کی گئی ہوگی، اور آپؑ اور آپ کے حواریوں نے اس کی خوب تشریح فرمائی ہوگی۔ آپ یہ سمجھنے میں بالکل حق بجانب ہیں، اس لئے کہ جن عقائد و نظریات پر کسی مذہب یا نظام فکر کی بنیاد ہوتی ہے، وہ اس مذہب کی بنیادی کتابوں اور اس کے بانیوں کی تصانیف میں جا بجا بکھرے ہوئے ملتے ہیں، اور مذہب کی ابتدائی کتابوں کا سارا زور انہی عقائد کو ثابت کرنے پر صرف ہوتا ہے۔ مثلاً اسلام کی بنیاد توحید رسالت اور آخرت کے عقائد پر ہے اس لئے پورا قرآن کریم ان عقائد کی تشریح اور ان کے دلائل سے بھرا ہوا ہے۔ یا مثلاً اشتراکیت کی بنیاد مارکس کے فلسفۂ تاریخ نظریۂ قدرِ زائد . . . . اور نظریہ اشتراکیت . . . . پر ہے۔ لہٰذا کارل مارکس اور دوسرے اشتراکی لیڈروں کی تحریروں میں انہی نظریات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

لیکن عیسائی مذہب کا حال اس سے بالکل مختلف ہے، جو نظریات اس مذہب میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، بلکہ جن کی وجہ سے یہ مذہب دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے، وہی نظریات انجیلوں سے غائب ہیں، ان کی

---

[1] Daniel Wilson, Evidences of Christianity P. 55 V. II London 1830

کوئی تشریح حضرت مسیح علیہ السلام یا ان کے کسی حواری سے نہیں ملتی، عقیدۂ تثلیث اور حلول و تجسّم کا حال تو آپ دیکھ چکے ہیں عقیدۂ کفارہ کی حالت بھی یہی ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے کسی ارشاد سے ثابت نہیں ہوتا۔

اس بات کا اندازہ کرنے کے لئے اناجیل کے ان جملوں پر ایک نظر ڈال لیجئے جن کے بارے میں عیسائی حضرات کا خیال ہے کہ عقیدۂ کفارہ ان سے مستنبط ہے، وہ جملے یہ ہیں:

(۱) "اس کے بیٹا ہوگا، اور تو اس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دیگا" (متی ۱/۲۱)

(۲) "فرشتے نے ان سے کہا ..... تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خداوند" (لوقا ۲/۱۱)

(۳) "کیونکہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے" (لوقا)

(۴) حضرت مسیحؑ نے فرمایا: "ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے" (لوقا ۱۹/۱۰)

(۵) "ابن آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے" (متی ۲۰/۲۸ و مرقس ۱۰/۴۵)

(۶) "یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتیروں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے" (متی ۲۶/۲۸)

بس یہ ہیں اناجیل متفقہ کے وہ جملے جن سے عقیدۂ کفارہ پر استدلال کیا جاتا ہے [۱]۔ ان جملوں سے زائد عقیدۂ کفارہ کے سلسلے میں کوئی بات انجیلوں میں نہیں ..... پائی جاتی [۲]۔ مشکل یہ ہے کہ اس وقت عقیدۂ کفارہ اپنی ترقی یافتہ شکل میں اتنا مشہور ہو چکا ہے کہ ان جملوں کو پڑھ کر ذہن سیدھا اسی عقیدے کی طرف منتقل ہو[تا ہے]

لیکن اگر آپ انصاف کے ساتھ مسئلے کی تحقیق کرنا چاہتے [ہیں] تو تھوڑی دیر کے لئے عقیدۂ کفارہ کی ان تمام تفصی[لات] کو ذہن سے نکال دیجئے جو پہلے باب میں ہم نے بیان کی [ہیں] اس کے بعد، خالی الذہن ہو کر ان جملوں کو ایک بار پھر [پڑھئے] کیا ان جملوں کا سیدھا سادہ مطلب یہ نہیں نکلتا کہ حض[رت] مسیح علیہ السلام گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکنے والوں کو نجا[ت] اور ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے تشریف لائے ہیں، جو لوگ کفر و شرک اور بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے آپ [کو] دائمی عذاب کا مستحق بنا چکے ہیں، انہیں ہدایت کا سیدھ[ا] راستہ دکھا کر انہیں جہنم کے عذاب سے چھٹکارا دلانا چاہ[تے] ہیں۔ خواہ انہیں اپنی ان تبلیغی خدمات کے جرم میں کتن[ی] ہی تکلیفیں برداشت کیوں نہ کرنی پڑیں؟

"اپنی جان بہتیروں کے لئے فدیہ میں دے" ——— اور "یہ میرے عہد کا وہ خون ہے جو بہتیروں کے لئے گنا[ہوں] کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے" ——— اگ[ر] پہلے سے عقیدۂ کفارہ کا تصور ذہن میں جما ہوا نہ ہو تو ا[ن] جملوں کا بھی صاف مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو گمراہی [سے] نکالنے اور ان کے سابقہ گناہوں کی معافی کا سامان پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور اسی آمادگی کا اظہار فرما[رہے ہیں]۔

ان جملوں سے یہ فلسفہ کہاں مستنبط ہوتا ہے کہ حضر[ت] آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے ان کی قوتِ ارادی سل[ب] ہو گئی تھی، اور اس کی وجہ سے ان میں اور ان کی اولاد [کی] سرشت میں اصلی گناہ داخل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ج[...]

---

[۱] دیکھئے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ص ۱۵۱ ج ۲، مقالہ:

[۲] رہی کتاب یسعیاہ ۵۳ کی عبارت جو اس سلسلے میں بکثرت پیش کی جاتی ہے، سو وہ ان سب جملوں سے زیادہ مجمل اور مبہم ہے، معلوم نہیں اس کا مصداق کیا ہے؟ اور اس تمثیل سے کیا مراد ہے؟

شہر خوار بچہ بھی دائمی عذاب کا مستحق تھا، پھر تمام دنیا کا یہ اصلی گناہ خدا کے اقنوم ابن نے پھانسی پر چڑھ کر اپنے اوپر لے لیا، اور اس سے تمام لوگوں کے اصلی گناہ معاف ہو گئے؟[1]

اور اگر مذکورہ جملوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہی تھا کہ عقیدۂ کفارہ کو واضح کریں تو انھوں نے اس کو تمام تفصیلات کے ساتھ کیوں نہیں سمجھایا؟ جبکہ وہ دین کے بنیادی عقائد میں سے تھا اور اس پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں ہو سکتی تھی؟

آپ دن رات انبیاء علیہم السلام۔ بلکہ قوم کے لیڈروں کے لئے اس قسم کے جملے استعمال کرتے رہتے ہیں کہ فلاں شخص نے اپنی قوم کو نجات دلانے کے لئے اپنی جان قربان کر دی لیکن ان جملوں سے کوئی یہ مفہوم نہیں سمجھتا کہ حضرت آدم کا اصلی گناہ قوم پر مسلط تھا، اس لیڈر نے قوم کے بدلے اس کی سزا خود برداشت کر لی۔

پھر اگر ان جملوں سے اس قسم کے مطلب نکالنے کی گنجائش ہے تو یہ مطلب بھی نکالا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی قوم کے تمام گناہ اپنے سر لے لئے ہیں، اس لئے قیامت تک لوگ کتنے ہی گناہ کرتے رہیں انھیں عذاب نہیں ہوگا، ——— حالانکہ یہ وہ بات ہے جس کی تردید شروع سے تمام کلیسا کرتے آئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جن عیسائی علماء نے ان جملوں کو انصاف کی نظر سے پڑھا ہے انھوں نے ان سے یہ پیچیدہ فلسفہ مراد لینے کے بجائے سیدھا سادہ وہی مطلب لیا ہے جو ہم نے بیان کیا، عیسائی تاریخ کے بالکل ابتدائی دور میں کوئیلیس شیس (Coelestius) کا کہنا یہی تھا، پھر سوزینی فرقے کے لوگ (Socinians) بھی ان جملوں کی یہی تشریح کرتے ہیں، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

"یہ لوگ مسیح کی حیات و موت میں صرف ایک شاندار راہ نجات پائے جانے کے قائل تھے"

(برٹانیکا ص ۲۵۰ ج ۲ مقالہ: "کفارہ")

ایب لارڈ (Abelard) کا کہنا بھی یہ تھا کہ کفارے کا مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح کی حیات و موت ہمدردی اور رحمدلی کا ایک مکمل سبق تھی۔ (بحوالۂ مذکور)

یہ لوگ تو وہ ہیں جو لبرلزم کے زمانے سے پہلے عقیدۂ کفارہ کے منکر تھے۔ پھر لبرلزم کے دور میں اور اس کے بعد ماڈرن ازم کے زمانہ میں لوگوں کا عام رجحان کیا ہو گیا؟ اس کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ وہ ہر شخص کے سامنے ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے کسی جملے سے عقیدۂ کفارہ کا وہ مفہوم ثابت نہیں ہوتا جو آجکل رائج ہے، اور جن جملوں سے اس پر استدلال کیا گیا ہے۔ ان کا سیدھا اور صاف مطلب کچھ اور ہے۔

اب حواریوں کی طرف آیئے تو ان کا بھی کوئی ایک جملہ ایسا نہیں ہے جس سے عقیدۂ کفارہ کی سند ملتی ہو لہٰذا پہلا وہ شخص جس نے عقیدۂ کفارہ کو اس کے پورے فلسفے کے ساتھ بیان کیا وہ پولس ہے، رومیوں کے

---

[1] خاص طور سے اس وقت جبکہ یہ فلسفہ عقل کے علاوہ بائبل کی اس تصریح کے بھی بالکل خلاف ہے:
"جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے" (حزقی ایل ۱۸:۲۰)

[2] Augustine, On Original Sin ch. II P 621 V. 1

نام خط میں یوں لکھتا ہے۔

"پس جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دنیا میں آیا اور گناہ کے سبب سے موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی اس لئے کہ سب نے گناہ کیا، کیونکہ شریعت کے دیئے جانے تک دنیا میں گناہ تو تھا مگر جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ محسوب نہیں ہوتا، تو بھی آدم سے لیکر موسیٰ تک موت نے ان پر بادشاہی کی جنھوں نے اس آدم کی نافرمانی کی طرح جو آنے والے کا مثیل تھا گناہ نہ کیا تھا، لیکن قصور کا جو حال ہے وہ نعمت کا نہیں، کیونکہ جب ایک شخص کے قصور سے بہت سے آدمی مرگئے تو خدا کا فضل اور اس کی جو بخشش ایک ہی آدمی یعنی یسوع مسیح کے فضل سے پیدا ہوئی بہت سے آدمیوں پر ضرور ہی افراط سے نازل ہوئی اور جیسا ایک شخص کے گناہ کرنے کا انجام ہوا بخشش کا ویسا حال نہیں کیونکہ ایک ہی کے سبب سے وہ فیصلہ ہوا جس کا نتیجہ سزا کا حکم تھا مگر بہتیرے قصوروں سے ایسی نعمت پیدا ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ راستباز ٹھہرے، کیونکہ جب ایک شخص کے قصور کے سبب سے موت نے اس ایک کے ذریعہ سے بادشاہی کی تو جو لوگ فضل اور راستبازی کی بخشش افراط سے حاصل کرتے ہیں وہ ایک شخص یعنی یسوع مسیح کے وسیلہ سے ہمیشہ کی زندگی میں ضرور ہی بادشاہی کریں گے۔ ... کیونکہ جس طرح ایک ہی شخص کی نافرمانی سے بہت سے لوگ گنہگار ٹھہرے اسی طرح ایک کی فرمانبرداری سے بہت سے لوگ راستباز ٹھہریں گے"۔

(رومیوں ۵: ۱۲ تا ۱۹)

اور آگے مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"کیا تم نہیں جانتے کہ ہم جتنوں نے مسیح یسوع میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تو اس کی موت میں شامل ہونیکا بپتسمہ لیا؟ پس موت میں شامل ہونے کے بپتسمہ کے وسیلہ سے ہم اس کے ساتھ دفن ہوئے تاکہ جس طرح مسیح باپ کے جلال کے وسیلہ سے مردوں میں سے جلایا گیا اسی طرح ہم بھی نئی زندگی میں چلیں۔ ..... چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری پرانی انسانیت اسکے ساتھ اس لئے مصلوب کیگئی کہ گناہ کا بدن بیکار ہو جائے تاکہ ہم آگے کو گناہ کی غلامی میں نہ رہیں"۔

(رومیوں ۶: ۳ تا ۶)

یہ کفارہ کا بعینہ وہ فلسفہ ہے جس کی پوری تشریح ہم پہلے ہیں تفصیل کے ساتھ کر آئے ہیں، یہ عقیدہ پولس سے کسی کے یہاں نہیں ملتا؛ اس لئے وہی اس عقیدے کا بھی ٹھہرتا ہے۔

تورات پر عمل کا حکم

عیسائی مذہب کے بنیاد عقائد کے بعد مناسب کہ اس کے بعض اہم خاص احکام کے بارے میں بھی یہ تحقیق جائے کہ اس سلسلے میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ہدایات کیا اور پولس نے اس میں کیا ترمیم کی؟

حضرت مسیح علیہ السلام نے متعدد ارشادات میں وضاحت کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ میرا مقصد تورات کی مخالفت کرنا نہیں ہے، بلکہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں بلکہ انجیل میں یہاں تک لکھا ہے کہ میں اس کو منسوخ کرنے نہیں آیا، انجیل میں ہے:

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں،

بلکہ پورا کرنے آیا ہوں، کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جبتک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا" (متی ۵/۱۸)

پھر آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو، کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے" (متی ۷/۱۲)

اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنیادی طور پر تورات کو واجب العمل اور قابلِ احترام مانتے تھے۔

لیکن پولس کا تورات کے احکام کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟ اس کے مندرجہ ذیل اقوال سے معلوم ہوگا گلیتوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے:

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت[1] کی لعنت سے چھڑایا"

(گلیتوں ۳/۱۳)

اور آگے لکھتا ہے:

ایمان کے آنے سے پیشتر شریعت کی ماتحتی میں ہماری نگہبانی ہوتی تھی، اور اس ایمان کے آنے تک جو ظاہر ہونے والا تھا ہم اسی کے پابند رہے، پس شریعت مسیح تک پہنچانے کو ہمارا استاد بنی تاکہ ہم ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہریں، مگر جب ایمان آچکا تو ہم استاد کے ماتحت نہ رہے۔"

(۳ : ۲۳ تا ۲۵)

اور افسیوں کے نام خط میں لکھتا ہے:

"اس نے اپنے جسم کے ذریعے سے دشمنی یعنی وہ شریعت جس کے حکم ضابطوں کے طور پر تھے موقوف کردی" (افسیوں ۲/۱۵)

اور عبرانیوں کے نام خط میں رقمطراز ہے:

"اور جب کہانت بدل گئی تو شریعت کا بھی بدلنا ضرور ہے" (عبرانیوں ۷/۱۲)

اور آگے لکھتا ہے:

"کیونکہ اگر پہلا عہد (یعنی تورات) بے نقص ہوتا تو دوسرے کے لئے موقع نہ ڈھونڈا جاتا" (۸/۷)

آگے آیت ۱۳ میں کہتا ہے۔

"جب اس نے نیا عہد کیا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور جو چیز پرانی اور مدت کی ہو جاتی ہے وہ مٹنے کے قریب ہوتی ہے"

ان تمام اقوال کے ذریعہ پولس نے تورات کی عملی اہمیت بالکل ختم کردی، اور اس کے ہر حکم کو منسوخ کر ڈالا۔

عشاءِ ربانی

عشاءِ ربانی کی تشریح پہلے باب میں کی جاچکی ہے، یہ عبادت عیسائی مذہب کی اہم ترین رسوم میں سے ہے، لیکن انجیل متی اور مرقس میں جہاں اس واقعے کا تذکرہ ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس عمل کو ایک دائمی رسم بنالینے کا کوئی حکم موجود نہیں ہے یہ حکم بھی سب سے پہلے پولس نے وضع کیا ہے (۱۔ کرنتھیوں ۱۱/۲۴) اور لوقا چونکہ پولس کا شاگرد ہے، اس لئے اس نے بھی پولس کی تقلید کی ہے یہ بات خود عیسائی علماء کو بھی تسلیم ہے، چنانچہ ای۔ سی۔ برکٹ لکھتے ہیں:

"اگر آپ عشاءِ ربانی کا حال مرقس میں پڑھیں گے تو انہیں عمل کو آئندہ جاری رکھنے کا کوئی حکم آپکو نہیں ملیگا لیکن مقدس پولس جہاں یسوع کے اس عمل کا تذکرہ کرتا ہو وہاں انکی طرف منسوب کرکے اس جملے کا اضافہ کرتا ہو کہ: میری یادگاری میں یہی کیا کرو۔"[2]

---

[1] واضح رہے کہ بائیبل میں ہر جگہ شریعت (The Law) سے مراد تورات ہوتی ہے۔

[2] E. C. Burkit, The Christian Religion P. 148 V. 3

ختنہ کا حکم ختنہ کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلا آتا ہے، تورات میں ہے:

"اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانوگے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے ...... اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا، اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا" (پیدائش ۱۷: ۱ تا ۱۴)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہے:

"اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے" (احبار ۱۲)

اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ختنہ ہوا تھا جس کی تصریح انجیل لوقا ۲ میں موجود ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کوئی ارشاد ایسا منقول نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ خدا کا حکم منسوخ ہوگیا ہے۔

لیکن اس بارے میں پولس کا نظریہ معلوم کرنے کے لئے اس کے خطوط کو دیکھئے۔ گلتیوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے:

"دیکھو میں پولس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا" (گلتیوں ۵: ۲)

اور آگے چل کر لکھتا ہے:

"کیونکہ نہ ختنہ کچھ چیز ہے، نہ نامختونی، بلکہ نئے سرے سے مخلوق ہونا" (۶: ۱۵)

(باقی آئندہ)

سخنہائے گفتنی

پچھلے دو ماہ سے ہماری کوششوں کے باوجود رسالہ تاخیر سے شائع ہوتا رہا اس ماہ بھی رسالہ کو بروقت شائع کرنے کی سعی کامیاب نہ ہوئی۔ یہ صورت حال ہمارے محترم ناظرین کے لئے جتنی صبر آزما اور تکلیف دہ ہے ہم اس سے ناواقف نہیں اس تاخیر کے بعض وجوہ اگر گفتنی ہیں تو بعض ناگفتنی بھی! گفتنی امور کی طرف گذشتہ ماہ کے ادارتی نوٹ میں اشارہ کر دیا گیا تھا! باقی امور کو ناگفتنی سمجھ کر آپ بھی اصرار نہ فرمائیے! صبر کے ساتھ ساتھ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ "البلاغ" کی اشاعت میں تاخیر کے اسباب دور فرما دیں۔

اور تاخیر کی یہی صورت حال مکتبہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے شائع ہونے والی کتاب "بائیبل سے قرآن تک" کے متعلق پیش آگئی ہے! جب اس کا اشتہار دیا گیا اور اعلان کیا گیا، کہ وسط جولائی، پھر وسط اگست تک تیار ہو جائیگی تو یہ وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ وعدہ پورا نہ ہو سکے گا۔ طباعت و اشاعت کا جن حضرات کو تجربہ ہے وہ تو ہماری مجبوری سے اچھی طرح واقف ہوں گے مگر عام مخلصین ان دشواریوں سے آگاہ نہ ہوں گے اور وہ ہمیں ہی قصوروار ٹھہرائیں گے ہمیں اعتراف قصور میں کوئی تامل بھی نہیں لیکن اتنی گذارش ضرور ہے کہ آپ اس معاملہ میں یا کسی بھی معاملہ میں مسلمان بھائی سے "بدگمانی" کبھی نہ فرمائیں۔ بعض کرم فرماؤں نے کتاب کی قیمت پیشگی ارسال فرما دی ہے۔ ہم ان کی توجہ اور خلوص کے ممنون ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے کتاب ان کی خدمت میں پیش کر دیں!

جمادی الثانی پر جن حضرات کی مدت خریداری ختم ہو رہی ہے وہ مہینہ کے ختم تک چندہ ارسال فرما دیں ورنہ رجب کا پرچہ ان کی خدمت میں وی پی ارسال کیا جائے گا! ازراہ کرم اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولئے!

(نعمانی)

رنگروٹ کا پیغام

جناب میجر جنرل محمد اکبر خان صاحب
(رمانگروٹ)

۱۹۶۵ء کی جنگ پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے، رنگروٹ اس میں کیا اضافہ کر سکتا ہے، خصوصاً اس محاذ پر وہ نہ تو صف اول کے سپاہیوں میں سے ایک تھا اور نہ ہی اسے فسانہ گو ہونے کا دعویٰ ہے۔ ہاں یہ ضرور عرض کروں گا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم گذرے ہوئے واقعات کا صحیح جائزہ لیکر آئندہ کے لئے اپنی حفاظت کے لئے کوئی مناسب منصوبہ بنائیں، رنگروٹ ان پرانے سپاہیوں میں سے ایک ہے جس کے بہت سے ساتھی اللہ میاں کو پیارے ہو گئے اور بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں۔

سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ہم اس چیز کا جائزہ لیں کہ بمقابل ہمارے دشمنوں کے ہم نے خود کیا تیاری کی ہے سب سے مقدم تیاری ہماری افواج کی ہوتی ہے جسے ہم ایک ڈھال سے تشبیہ دے سکتے ہیں، اور تلوار عوام کا جذبہ جہاد ہے، لیکن اسلام میں جذبہ کے معنی وہ نہیں ہیں جو عام طور سے سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ نے جو کچھ بطور تلقین فرمایا اس پر عمل کر کے دکھایا۔ قرآن اگر تعلیم ہے تو حدیث اس کی عملی تفسیر ہے۔ بالفاظ دیگر آنحضرت صلعم نے ہمارے لئے یہ سنت چھوڑی ہے کہ پڑھو، سمجھو غور و خوض کرو اور پھر عمل کے لئے منصوبہ بناؤ اور عمل کرنا لازم و ملزوم ہے یعنی پہلے تعلیم حاصل کرو اور پھر میدان عمل میں آؤ۔ چین کا چیرمین ماؤ گو اشتراکی ہے لہذا اس کا عقیدہ ہم سے مختلف ہے، مگر اس کا یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اور شاید اس سے ماخوذ ہے کہ ہر اشتراکی چینی کو پہلے پڑھاؤ، یعنی تعلیم یافتہ ہونے کے بعد ہی اس کے ہاتھ میں ملک کی دفاع کے لئے بندوق دو"۔ کیا مسلمان حدیث نبوی پر اس قدر غور و فکر اور عمل کر رہے ہیں؟

قرآن مجید نے ہر مسلمان مرد اور خاص حالات میں عورتوں کے لئے بھی جہاد کو لازم قرار دیا ہے اور خودکشی حرام قرار دی ہے، بالفاظ دیگر ہر مسلم کا اولین فرض یہ ہے کہ:

قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ کے درس سے مجاہد بننے کی پہلی منزل میں شامل ہو جائے۔ ہر ملک کی مالی حالت اچھی نہیں ہوتی اور جب تک ملک فارغ البال نہ ہو اسے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا نہیں چاہئے۔ مثلاً آج سے چودہ سو برس پہلے آنحضرتؐ نے مکہ معظمہ میں صحابہ کو تعلیم سے شناسا کیا، ان کو حیوان سے انسان بنایا، انسان بنانے کے بعد بالاتر انسان بنایا اور جب وہ اخلاقی طور سے بالاتر انسان یعنی مسلم بن گئے تو مدینہ میں جا کر ان کو اتحاد، تنظیم اور دفاع کا درس دیا۔ اس پر بھی غزوہ حنین میں ہم نے دیکھا کہ آسان اور لگاتار فتوحات کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلے کچھ ایسے بلند ہو گئے تھے کہ وہ اترانے لگ گئے، لہذا ان کو پہلے نقصان اٹھانا پڑا اور اگر آنحضرتؐ اور آپ کے ہوشمند صحابہ اس جماعت کی آڑے وقت رہنمائی نہ فرماتے تو مشرکین کا پلہ بھاری ہو چکا تھا اور اندیشہ ہو گیا تھا کہ وہ کامیاب ہو جائیں گے یہ حدیث موجودہ حالات میں قابل توجہ ہے، لہذا ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ جہاں ہماری موجودہ حکومت، ہماری ڈھال کو چوکس

رکھے ہوئے ہے، کیا ہماری تلوار کی دھار بھی تیز ہے یا نہیں؟ یعنی عوام خوش فہمی کا شکار تو نہیں ہو گئے اور افسانوں کی بنا پر اترانے تو نہیں لگے ہیں۔

یہاں پر آپ کو اور ہمیں لازم ہے کہ اپنے دلوں کو ٹٹولیں عربوں کو ۱۹۶۷ء کی شکست نادم کرنے کے لئے ہمارے سامنے ہے۔ کیا ہم (عوام) جن کی حیثیت تلوار کی سی ہے اپنے جذبۂ جہاد کو کوئی عملی شکل دے رہے ہیں؟ کیا جذبۂ جہاد کے دعووں نے ہم میں یہ شعور پیدا کیا ہے کہ ہم دفاع کے سلسلے کی ضروری معلومات حاصل کریں اور کم از کم کتابوں ہی کے ذریعہ فنونِ جنگ سے کسی قدر آشنا ہونے کی کوشش کریں۔؟

حکومت نے ملٹری سائنس (؟) طلبا کے لئے لازمی کر دی ہے، بلیا دی جمہوریتوں کو اپنی لائبریری قائم کرنے اور کتابیں خریدنے کے لئے روپیہ دیا ہے، کیا آپ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ سکولوں، کالجوں اور عام لائبریریوں میں سوائے افسانوں کے اور کتابیں موجود ہیں جنسے ہم باوقار اور باعمل مجاہد بننے کے قابل بن سکتے ہیں؟ اسلامک ملٹری سائنس ایسوسی ایشن نے کتابیں لکھ دی ہیں کیا آپ نے انہیں پڑھا ہے۔؟

قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

"کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ کُرْہٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ"

یعنی تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہارے نفس کو ناگوار ہے، اور بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

عوام کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہماری حکومت بھارت کی طرح سے سارے وسائل جنگ کو تیاری پر صرف کر کے عوام کو بھوکا اور فلاحی اداروں کو بند کرنا نہیں چاہتی، لہٰذا عوام کا فرض ہے کہ وہ حکومت کا ہاتھ بٹائیں اور جو کام کہ قرآن مجید و حدیث نے ان پر فرض کر دیا ہے اسے حاصل کر لیں تو میں اپنے تجربہ کی بنا پر وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم بوقت ضرورت ہر شہری کو لڑاکا سپاہی بنا سکتے ہیں اور دشمن ہم پر آنکھ اٹھانے کی بھی ہمت نہ کرے گا۔

یہ یاد رہے کہ لڑائیاں لڑنا یا لڑانا اس قدر آسان نہیں جتنا کہ بعض حضرات اپنی خوش فہمی کی بنا پر سمجھتے ہیں۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ بھارت اپنی استطاعت سے کہیں زیادہ روپیہ اپنے دفاع پر خرچ کر رہا ہے، یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے پاس ہم سے کم از کم چھ گنی فوج موجود ہے۔ لیکن یہ صرف ابتدائی مرحلہ ہے، جنگ چھڑنے کے بعد اخراجات کئی صد گنے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ اخراجات میرے قیاس میں بھارت کے بس میں نہیں اور وہ عرصہ تک یہ بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ ملک قرض میں ڈوبا ہوا ہے اور عوام فاقہ مستی میں زندگی بسر کر رہے ہیں، ملک میں بے چینی ہے، لہٰذا بہت ممکن ہے کہ وہ عالم دیوانگی میں ہم پر پھر حملہ کر بیٹھے۔

اب ذرا یہ غور فرمائیے کہ قرآن مجید نے ہمیں جنگ کے بارے میں کیا کیا تعلیمات دی ہیں؟ جہاد کا حکم دینے کے بعد ارشاد ہے کہ:

اگر تم (مسلمانوں) میں سے بیس عدد بھی صحیح معنوں میں مسلم ہیں تو وہ دو صد (۲۰۰) مشرکین پر بھاری ہوں گے۔

یہاں مسلم ہونا شرط ہے اور اگر ہم شرط پوری کر دیں تو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ یعنی ہم سے دس گنا دشمن کو ذلیل و خوار کرے گا۔

اسلام نے بار بار اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی تلقین کی ہے کہ دشمن کو حقیر نہ سمجھو۔ اپنی قدر و اہلیت کا صحیح صحیح اندازہ لگاؤ اور دشمن کی اہلیت کا بھی صحیح اندازہ لگاؤ تاکہ تم سلامتی کے راستے پر چلنے کے اہل بن سکو۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ڈھال نے بہت اعلیٰ

(بقیہ ص ۲۳)

بریگیڈیئر گلزار احمد صاحب

بریگیڈیئر گلزار احمد صاحب ہمارے ملک کے معروف صاحب سیف و قلم ہیں، اور جہادِ ستمبر ۱۹۶۵ء کے سب سے مستند مورخ بھی۔ ذیل کے مضمون میں انھوں نے ہمارے مندرجۂ ذیل تین سوالات کا مفصل جواب دیا ہے۔

۱۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں ہمیں جو فتح نصیب ہوئی اس میں دینی جذبے کا کتنا دخل تھا؟

۲۔ اس جہاد سے ہمیں کیا فوائد حاصل ہوئے؟

۳۔ اس جہاد کا کوئی ایسا واقعہ جس نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہو۔

یہی سوالات ہم نے ونگ کمانڈر حسن الدین صاحب سے بھی کئے تھے جن کا مکتوب اس مضمون کے بعد شاملِ اشاعت ہے ——— (ادارہ)

۱۹۶۵ء میں پاکستان پر ہندوستان کے جارحانہ حملے کے متعدد ایسے پہلو ہیں جن پر غیر جانبدارانہ اور فنکارانہ نظر سے غور نہیں کیا گیا۔ جنگ میں وہ قوم کامیاب ہوتی ہے جو اپنے مادی اور روحانی وسائل کو پوری طرح سے منظم و متحد کرنے کے بعد ان سب کو صحیح جنگی طور پر بروئے کار لاسکے روحانی وسائل ہی جذبۂ جہاد کا باعث بنتے ہیں اور ماہرین فنِ جنگ ہمیشہ یہی کہتے آئے ہیں کہ روحانی طاقت کو ہر حال میں مادی طاقت پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ کسی قوم کی روحانی طاقت سے مراد اس کے افراد کے دلوں میں خوفِ خدا اور پھر اس خوفِ خدا کا پیدا کردہ دینی جذبہ ہوتا ہے۔ جو ان افراد کی اخلاقی اقدار کو اعلیٰ سطح پر قائم رکھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ جنگ میں ظاہری طور پر دو قوا کا تصادم واقع رہا ہوتا ہے۔ مگر صرف یہی نہیں کہ ان مادی وسائل کے تصادم اور ٹکراؤ کا باعث انسان ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا استعمال کرنے والا اور ان مادی وسائل کی تباہ کاریوں کا اصل ہدف بھی انسان ہی ہوتا ہے جنگ میں شامل فریقین کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مدِمخالف کو جانی اور مالی نقصان اس شدت سے پہنچایا جائے کہ اس کا ایمان متزلزل ہو جائے اور وہ ہتھیار ڈال دے یوں تو توپ و گولہ اور بندوق یا ہوائی جہاز اور ٹینک جنگی ہتھیار کہلاتے ہیں مگر جنگ کا بہترین اور بلند ترین ہتھیار خود انسان ہے۔ جنگ کا فیصلہ ان ہاتھوں کے نتیجہ میں ہوتا ہے جو تفنگ کو تھامے ہوئے ہوں۔ یا ٹینک و طیارہ رانی کے فرائض انجام دے رہے ہوں۔

اگر ان کا ایمان ایک لمحہ کے لئے متزلزل ہو جائے اور وہ
جسمانی ایذا یا موت سے خوف کھا جائیں تو ان کے اعضاء
میں ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے ان کے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں اور آنکھوں
کے سامنے دھند سی چھا جاتی ہے۔ اب خوف زدہ انسان نہ تو
بندوق کی لبلبی دبا سکتا ہے اور نہ ہی بڑھتے ہوئے دشمن پر نشانہ
باندھ سکتا ہے۔ اگر وہ ہوائی جہاز اڑا رہا ہے یا ٹینک چلا رہا ہے
تو اس کے اعضاء وحواس اپنا اپنا کام کرنے کے قابل نہیں رہتے
اور یوں وہ اس قدر قیمتی اور تباہ کن ہتھیاروں سے اپنی ملت
کے مقصد کے حصول میں کارآمد ثابت ہونے کی بجائے
نقصان کا باعث بنتا ہے، پھر جب اس کا ذہن شل، اس کا
قلب پریشان اور اس کے اعضاء بیکار ہو جاتے ہیں تو پھر
فرشتۂ اجل بھی اسے اپنا نشانہ بنانے میں دیر نہیں کرتا۔ اور
یوں کمزور افراد پر مشتمل قوم زندگی کی بازی ہار کر طوق غلامی کی سزاوار
بن جاتی ہے۔ مگر جو دلیر سینے نور ایمان سے معمور رہتے ہیں وہ
میدان کارزار میں قدم جما کر لڑتے وقت اس گہرے فلسفے سے
بے خبر ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے تو صرف یہ بات ہوتی ہے کہ ان
کی قوم نے ان پر اعتماد کیا ہے اور انہیں ملک وملت کی سرحدوں کی
حفاظت پر معمور کر کے انہیں ایک قابل فخر فریضہ سونپا ہے۔

سپاہی کا فیصلہ

راقم الحروف پچھلے سال ریل کار میں راولپنڈی سے لاہور
جا رہا تھا، سامنے کی نشست پر ایک نوجوان بیٹھا تھا جو یوں تو
خانگی کپڑوں میں تھا مگر چہرے بشرے اور ڈیل ڈول سے پاکستانی
فوج کا سپاہی نظر آرہا تھا[1]۔ اس کی نشست کے نیچے ایک صندوق
پڑا تھا، اس پر نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ توپ خانے میں نائیک ہے
میں نے گفتگو کا آغاز کیا اور جب معلوم ہوا کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے
دوران وہ سرگودھا کے ہوائی اڈے پر طیارہ شکن توپوں کی وحدت
میں جہاد کے فرائض انجام دے چکا تھا تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے
پوچھا:

"برخوردار، سرگودھے کے ہوائی اڈے پر تو دشمن کے ہوائی
جہازوں میں کئی کئی مرتبہ حملہ آور ہوتے تھے۔ آپ لوگوں نے بڑی
بہادری دکھائی کہ اس کے باوجود ہمت سے کام لیکر ان ہوائی
جہازوں کو گراتے رہے۔"

وہ مرد میدان مسکرا پڑا۔ خیال رہے کہ اس سے قبل میں اس
دریافت کر چکا تھا کہ وہ گوجرانوالہ کے قریب کے ایک گاؤں کا رہنے
والا ہے۔ یہ ضلع فوجی ملازمت کی طرف بہت کم توجہ کرتا ہے اس
اس کے مسکرانے پر مجھے تعجب ہوا۔

مسکرا کر کہنے لگا۔

"اس میں بہادری کی کون سی بات ہے۔"

مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے کہا۔

"واہ، بہادری نہیں تو کیا ہے، سات سو میل کی رفتار سے
غوطہ لگا کر ہزار پاؤنڈ کے بم گرانے والے ہوائی جہاز جب گرجتے
ہوئے حملہ کریں اور انہیں گرا لیا جائے تو کیا یہ بہادری نہیں ہے"

وہ میرے فلسفے کو اب بھی نہیں سمجھا، کہنے لگا۔

"اگر ہم انہیں بم گرانے سے پہلے نہ گرا لیتے تو خود کیسے
زندہ رہتے، اس میں بہادری کی کوئی بات نہیں۔ یہ تو پہلا
وار اور ٹھیک نشست لیکر وار کرنے کی بات ہے جو دوسرے
کو پہلے گرا دے وہی زندہ رہتا ہے۔"

میں نے اس مرد میدان سے زیادہ بحث مناسب نہ سمجھی

---

[1] بریگیڈیئر صاحب نے اس جملہ میں اس عقیدت ومحبت کی کتنی خوبصورت ترجمانی کی ہے جو دس کروڑ پاکستانی مسلمانوں کے دل میں اپنے
مایۂ ناز سپاہیوں کے لئے موجود ہے، پاکستان کا مجاہد دور سے پہچانا جاتا ہے خواہ کسی لباس میں ہو۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم ——— مدیر

وہ کہتا بھی تو سچ تھا، مگر آج تک اس واقعہ کو نہیں بھولا، اس الوگل سے معمور سرزمین کے دیہات کا پروردہ مڈل فیل نوجوان مجھے وہ فلسفہ سکھا رہا تھا جسے سیکھنے کے لئے میں نے عمر کے تیس سال فوج کی صفوں میں گذارے تھے۔ [1]

جنگ کا فیصلہ کن عامل

جنگ میں مادی وسائل استعمال ضرور ہوتے ہیں مگر فیصلہ کن عامل خود وہ انسان ہے جسے ان مادی وسائل کو استعمال کرنا ہوتا ہے سرگودھا کے طیارہ شکن توپچی کے علاوہ سرگودھا ہی کے ہوائی اڈے سے سکواڈرن لیڈر عالم اپنے جہاز کو اڑایا کرتا تھا۔ اس کے جہاز سے دشمن کے ہنٹر جہازوں کی رفتار تیز تھی مگر ایمان و ایقان کا وہ بلند مقام ہے کہ عالم نے دنیا میں نیا ریکارڈ قائم کیا اور ایک اڑان کے دوران دشمن کے سات ہوائی جہازوں کو مار گرایا۔ وہ کیا بات تھی کہ دشمن کے تیز تر ہوائی جہاز اس کے سامنے سے بھاگنے میں بھی کامیاب نہ ہوسکتے تھے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ دشمن کے ہوائی جہازوں کے ہوابازوں کے دل میں خوف ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اور خوف انسان کے قلب و ذہن کو شل کردیتا ہے۔ صرف اللہ کا خوف انسان کو دنیا و مافیہا سے بے نیاز کرکے دنیا کی تمام صعوبتوں اور بلاؤں کے مقابلے میں دلیری و جرأت عطا کرتا ہے۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں اللہ تبارک و تعالٰی نے اپنے رحم و کرم سے ہماری افواج کو کامیابی سے سرفراز فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ملتِ پاکستان نے اپنے پسینے کی کمائی سے حتی الوسع مادی سامان فراہم کرنے میں کوتاہی نہیں برتی تھی۔ اور جب یہ ساز و سامان فراہم کرکے اپنی افواج سہ گانہ کے سپرد کیا تھا تو پھر ان کے کام میں کسی طرح سے دخل نہیں دیا تھا۔

ملک میں سیاسی اختلافات ہوتے رہتے ہیں مگر جو دفاع ملک و ملت کو دینی فریضہ سمجھتے ہیں وہ اپنی دفاعی قوت یعنی اپنی افواج کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کا خیال تک نہیں لاتے۔

جب دشمن نے ملک پر حملہ کردیا تو ملک کے عوام کا نجم "بنیان مرصوص" کی حکم پر عمل پیرا ہوئے اور دشمن کے سامنے ایک آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے۔ عوام کا یہ دینی جذبہ ہی تھا جس نے انہیں اس طرح یک جان و ہزار ہا قالب بننے کی توفیق عطا کی آپ کی افواج کی صفوں میں دینی جذبہ ہی تو تھا کہ وہ موت کے متمنی رہتے تھے، عزیز بھٹی جیسی لاتعداد ہستیوں نے اپنی جانوں کی پروا نہ کی مگر اللہ اور اللہ کے رسول کے نام پر قائم ہونے والی دنیا کی واحد مملکت کی سرحدوں کی آبیاری اپنے خون سے کی۔

صادق شہید کی مہکتی ہوئی نعش

جس روز آپ کا سوالنامہ پہنچا اس روز پاکستان فضائیہ کے ایک سابق ونگ کمانڈر میرے پاس ٹھہرے ہوئے تھے سوالنامہ دیکھ کر کہنے لگے کہ صادق شہید (ستارہ جرأت امتیازی سند) کی میت کے قدموں سے دفن کرنے کے وقت جو گلاب کی مہک آرہی تھی اس کا ذکر ضرور کرنا۔ جب صادق شہید کی میت شہادت کے چار روز بعد اس کے گاؤں نیلا ضلع جہلم میں پہنچی تو وہاں ہزاروں کا مجمع اکٹھا ہوچکا تھا۔ شہید کی والدہ نے گاؤں کے لوگوں سے کہہ رکھا تھا کہ شہید کی میت پہنچنے پر کوئی شخص روئے گا نہیں۔ جنازے کے بعد جب لحد میں اس کے جوتے اتارے گئے تو جیسے کسی نے گلاب کی بارش کردی ہو۔ لحد سے خوشبو کی لپٹیں اڑ اڑ کر قبر کے اردگرد پھیل رہی تھیں۔ [2] جب قوم کے افراد کو شہادت کی اس

---

[1] مقام معرفت میں مرحلے ایسے بھی آتے ہیں
رہبر بھی نقوشِ رہرواں سے راہ پاتے ہیں — مدیر

[1] کیا کسی اور ملت کی تاریخ ایسی فخر انسانیت ماؤں کی مثال پیش کرسکتی ہے؟

[2] یہ اس منظر دلآویز کی ایک ہلکی سی جھلک تھی جس کی رعنائیوں کا پورا منظر عالم آخرت میں ہوگا۔ ارشاد نبوی ہے کہ محشر میں شہداء کے اعضاء اسی طرح خون سے رنگین اٹھائے جائیں گے۔ اور خون سے مشک کی جانفزا خوشبو مہک رہی ہوگی — مدیر

طرح تمنا ہو اور شہید کے ساتھ یہ جذبات متعلق ہوں تو پھر ایسی ملت پر قربان ہونے والوں کو اللہ میدان جنگ سے ہمیشہ کامیاب و کامران لوٹاتا ہے۔ اس لئے کہ شہید ہو کر لوٹنا بھی تو کامیابی کی ایک صورت ہے۔ میری رائے میں ۱۹۶۵ء کی جنگ کی فتح ہمارے قابل فخر جانباز سپاہیوں اور عوام کے دینی جذبے اور ہمارے ایمان وایقان کے باعث ہمیں اللہ تبارک و تعالےٰ نے عطا فرمائی۔

جہادِ ستمبر ۱۹۶۵ء سے ہمیں کیا فوائد حاصل ہوئے

اللہ تبارک و تعالےٰ کے ہر فیصلے اور ہر کام میں کوئی راز مضمر ہوتا ہے، جنگ و جدال کے متعلق ارشاد ربانی ہے کہ ہم جہاد کا حکم نہ دیتے تو فتنہ اٹھانے والے نسل انسانی کو ختم کر دیتے، ظاہر ہے کہ جنگ جیسے کشت وخون سے معمور واقعات بھی مصلحت سے خالی نہیں۔ حکم جہاد کے تحت بھی یہی خیال جاگزیں ہے کہ جب فتنہ پرور اور ظالم افراد یا قوم ظلم وستم پر اتر آئیں اور انسانوں کے لئے زندگی دو بھر کر دیں تو انھیں تلوار کے زور سے تباہ کیا جائے اور یوں انسانیت کو ظالموں سے نجات دلائی جائے۔ پاکستان ۱۹۴۷ء میں وجود میں آیا مگر ہندوستان کے رہنماؤں نے آخر تک پاکستان کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کئے رکھا ہندوستانی رہنماؤں کے بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نہرو کی حکومت نے دسمبر ۱۹۴۷ء میں ہی پاکستان پر حملہ کا فیصلہ کر لیا تھا مگر شاید پاکستان نیشنل گارڈ کی ایک سو بٹالین کے ایک لاکھ نوجوانوں کو پاکستان کے شہروں میں پریڈ کرتے ہوئے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو گئے۔ اس کے بعد ہندوستان نے غیر ملکوں سے اسلحہ اور جدید ترین ہتھیار فراہم کرنے شروع کئے اور ۱۹۶۵ء کے شروع میں ان کے ملکی اور غیر ملکی مشیروں نے حکومت ہندوستان کو یقین دلایا کہ ان کی فوجی طاقت اتنی زیادہ اور اتنی محکم ہے کہ وہ پندرہ دنوں کے اندر نعوذ باللہ پاکستان کو مکمل شکست دے کر اس کے چپے چپے پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ بات بھی کچھ ایسی تھی کہ ہندوستان کی فوجی طاقت پاکستان سے پانچ گنا زیادہ تھی اور ہتھیار بھی اکثر و بیشتر پاکستان سے بہتر تھے یا کم از کم اتنے ہی اچھے تھے۔

پاکستان کو ۱۹۶۵ء کی جنگ سے جو فوائد حاصل ہوئے ہیں ان میں سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ ہندوستان کے رہنماؤں پر واضح ہو گیا ہے کہ ؎

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ہندوستانی رہنماؤں کو اکھنڈ بھارت اور پھر عظیم ہندوستان کو انڈونیشیا سے لیکر ترکی تک پھیلے جانے کا جو شوق ہر روز پاکستان کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے پر آمادہ کرتا رہتا تھا وہ اب اللہ کے فضل و کرم سے کافور ہو چکا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ہندوستان کے رہنما اب عقلمند ہو گئے ہیں اور آئندہ جنگ نہیں کریں گے۔

الظالم سیف اللہ ینتقم بہ ثم ینتقم منہٗ

جب تک ہندوستان کی باگ ڈور برہمنوں کے ہاتھ میں رہے گی وہ ظلم وستم ہی کرتے رہیں گے۔ اور ظالموں کو اللہ اپنے ہاتھو تباہ کیا کرتا ہے۔ جنگی تیاریاں ہندوستان کو پہلے سے ہی دیوالیہ بنا رہی ہیں، ابھی تک ہندوستان ۱۹۶۵ء کی جنگ کے اخراجات کے پیدا کردہ مسائل سے عہدہ برآ نہیں ہو سکا ہے اگر اس نے ایک اور جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا تو ہندوستان کا وجود مٹ جائے گا اور اس کی جگہ ہندوستان میں نو سلطنتیں وجود میں آ جائیں گی اور یہی ہندوستان کے جغرافیائی معاشرتی اور لسانی عوامل کا تقاضا ہے۔ ہاں تو ۱۹۶۵ء کی جنگ سے ہمیں جو سب سے بڑا فائدہ ہوا وہ یہ ہے کہ اب دنیا کو ہندوستان کو اور خود ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ ہم اپنے سے پانچ چھ گنا زیادہ وسائل رکھنے والی قوم کا بفضل تعالےٰ مقابلہ کرنے کی استعداد و ہمت رکھتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کے عوام میں یہ ہمت

اس طرح پیدا ہوتی کہ وہ اپنے سے پانچ چھ گنا بڑی طاقت کا مقابلہ کامیابی سے کرسکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستانی قوم میں یکجہتی ہے، تعاون ہے، برادرانہ خصائل ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کو اپنے خالق ومالک وحدہٗ لاشریک پر ایمان ہے اور بھروسہ ہے کہ وہ ان کے سینوں میں ہمت اور ان کے بازوؤں میں آئندہ بھی اس فرض سے سبکدوش ہونے کی طاقت ڈالے رکھے گا۔ اس جنگ کا دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ ہمیں اپنی ملی وحدت کا یقین ہوگیا اور اللہ پر بھروسہ رکھنے کے فوائد سے بھی ہم روشناس ہوگئے، وحدت ملی اور استحکام مملکت کے لئے ملی وحدت کا احساس از بس ضروری تھا۔ اس کا پہلا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ افراد کے دلوں میں ملی وحدت کی اہمیت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس ملی وحدت کا امتحان جنگ جیسے سنگین ماحول میں ہی کیا جاسکتا ہے۔

جب کوئی قوم جنگ کی بھٹی سے صحیح وسالم نکل آتی ہے تو اس کا قومی وجود فولاد کی مانند ہو جاتا ہے۔ اس مضبوطی کے ساتھ صدمے سہنے کے لئے لچک بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ احساس کہ ملی وحدت موجود ہے بہت اہم اور سود مند احساس ہے۔ اس جنگ نے ہمارے عوام میں یہ احساس پیدا کرکے ان میں خود اعتمادی پیدا کردی ہے۔ کہ ہر طرف ہمارا دشمن جنگ کے اثرات سے نجات حاصل نہیں کرسکا اور اسی مدت میں ہماری ترقی کی رفتار اور ہماری مادی پیداوار کی مقدار جنگ سے قبل کے ایام سے زیادہ ہوچکی ہے۔

خود کفیل ہونے کا جذبہ

ایمان اور ایقان "خود اعتمادی اور خودداری کے پیدا کردہ اس مادی فائدے کے علاوہ ایک اور "مادی فائدہ" یہ ہوا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ نے ہماری جنگی امداد بند کردی ہے اور اقتصادی امداد کو برائے نام کردیا ہے، مگر اس کے باوجود اور شاید اس کے رد عمل کے طور پر ہماری اپنی پیداوار اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ہمیں اکثر معاملات میں خود کفیل ہونے کا یقین ہوچکا ہے، .....

....

...... زراعت کی ترقی اور خصوصاً خوراک میں خود کفیل ہونے کی تہہ میں یہی جذبہ ہے کہ اگر دوبارہ جنگ ہوگی اور باہر سے ہم خوراک نہ منگا سکے تو کیا ہوگا۔ افراد ملت نے کمر ہمت باندھ لی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے رحم وکرم اور ربوبیت کے دروازے کھول دیئے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہی گندم جو نہ معلوم ہم کہاں کہاں سے لاتے تھے امسال بحمد للہ اس کا سیلاب آگیا ہے جہاں جائیے گا منڈیاں بھر چکی ہیں اور گوداموں اور انباروں میں گندم ذخیرہ کرنے کی جگہ نظر نہیں آتی۔

تنظیمی اصلاحات

اس جنگ کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ ہم قومی سطح پر اس جنگ کی وجہ سے اپنی تنظیمی خامیوں کا جائزہ لینے کے قابل ہوچکے ہیں۔ موجودہ دور کی کلی جنگ اوائل اسلام کی جنگوں کی مانند کلی جنگ بن چکی ہے۔ کلی جنگ کا خاصہ ہے کہ اس میں قوم کے ہر فرد اور قوم کی پوری دولت اور وسائل دولت کو استعمال میں لانا پڑتا ہے۔ آج خدائے واحد نے ہمیں ایک بار پھر یہ موقع دیا ہے کہ ہم کلی جنگ کے تقاضا پورے کرنے کے لئے قومی وملکی تنظیم کو آراستہ کرلیں۔ قوم میں یکسوئی اور یگانگت کا ماحول پیدا کریں اور جب دوبارہ جنگ کا رخ کریں تو بالفاظ طاہرہ قرۃ العین ہم

خانہ بخانہ در بدر کوچہ بکوچہ کو بکو

آواز دیں اور ہر در و دیوار سے لبیک کی صدا بلند ہو تاکہ جو قوم اللہ اور اللہ کے رسول کے پیغام میدان عمل میں لے کر ایک نئے گھر کی استواری میں مصروف کار ہوئی تھی اسے اللہ کے عطا کردہ نظام کو عملی جامہ پہنانے کے مواقع نصیب ہوسکیں۔

"بہرحال امن" کے نظریہ کی ناکامی

ایک اور فائدہ جس کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم میں ایسے لوگ بھی تھے جو ہندوستان کی مادی طاقت سے مرعوب ہو چکے تھے اور ہمیشہ یہ مشورہ دیتے رہتے تھے کہ ہمیں ہندوستان کے ساتھ ہر حال میں سمجھوتہ کر لینا چاہئے، اس جنگ نے ان اشخاص کا ایمان بھی مضبوط کر دیا ہے اور اب "بہرحال امن" چاہنے والے افراد اپنے خیالات کا اظہار علی الاعلان کرنے سے جھجکتے ہیں۔

یورپ اور عیسائی دنیا ہمیشہ سے مسلمان ممالک کے خلاف رہی ہے۔ اس جنگ میں بھی ان کی مدد ہندوستان کے ساتھ شامل حال تھی۔ مگر ان کی مدد اسے اپنے مقصد میں کامیاب نہ بنا سکی، یا یوں کہئے کہ مغربی دنیا اس مملکت کو جسے مسلمان ہونے پر فخر ہے ایک غیر مسلم طاقت کے ذریعہ شکست نہ دلا سکی۔ اس لئے کہ مانگے کے سپاہی جنگیں جیت نہیں دیا کرتے۔ اگر مغربی دنیا پاکستان کو تباہ کرنا چاہتی ہے تو انہیں خود ہمیں میدانِ جنگ میں للکارنا ہوگا۔

بین الاقوامی وقار

اس جنگ سے قبل ہندوستان کا وقار افریشیائی ممالک میں بہت بلند تھا اور افریقہ و ایشیا کے ممالک قریب قریب ہندوستان کی رہنمائی کو قبول کر چکے تھے، اگر کوئی ملک ہندوستان کی رہنمائی قبول کرنے سے انکار کر رہا تھا تو وہ صرف پاکستان تھا۔ اس جنگ نے ہندوستان کے وقار کو تقریباً ختم کر دیا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ان کے وسائل ہم سے کئی گنا زیادہ تھے۔ دنیا یہ بھی جانتی ہے کہ ہندوستان حملہ آور ہوا تھا۔ اب اگر اسے ناکامی ہوئی ہو تو وہ دوسرے ممالک کی رہنمائی کے قابل نہیں سمجھا جا سکتا اس کے برعکس افریشیائی ممالک بلکہ پوری دنیا میں پاکستان کا وقار بڑھ گیا ہے۔ جو لوگ غیر ممالک سے لوٹ کر آتے رہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ستمبر ۱۹۶۵ء کے بعد غیر ملکی افراد کے رویہ کا رنگ بھی بدل گیا تھا۔

مغربی ممالک میں کچھ ایسے ملک بھی تھے جو یہ کہا کرتے تھے کہ پاکستان کا وجود ان کے رحم و کرم پر منحصر ہے اس پراپیگنڈے کو ہندوستان بھی بدل دیا کرتا تھا۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کے بعد سے اس مکروہ پروپیگنڈے کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اب دنیا کے ممالک کو معلوم ہو گیا ہے کہ پاکستان اگر موجود ہے تو وہ اللہ کی مرضی اور اپنے باشندوں کی ہمت و استقلال کی "بنا" سے قائم ہے ورنہ اس کے دشمنوں نے اسے مٹاتے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، اس جنگ نے عالم اسلام کو بھی ایک دوسرے سے قریب تر کر دیا ہے۔ اب مسلم ممالک کو یقین ہو چکا ہے کہ مغربی دنیا ابھی اپنے دینی تعصبات کو دور نہیں کر سکی اور صلیبی جنگوں کی ذہنیت ابھی یورپ کے رہنماؤں میں موجود ہے۔ اس علم کا رد عمل یہ ہوا ہے کہ اب مسلم ممالک ایک دوسرے کے قریب آنے کی طرف عملی قدم اٹھاتے ہوئے نظر آ جاتے ہیں بلکہ اب مسلمان کہلاتے ہوئے جھینپ محسوس نہیں کرتے۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کے بعد سے ملک کا ہر فرد یہ تہیہ کر چکا ہے کہ اب ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہے۔ اب کارخانہ دار یہ چاہتے ہیں کہ جنگی سامان خود یہاں بنے، تجار چاہتے ہیں کہ ملک امیر ہو اور اس کی برآمدات میں اضافہ ہو۔ سائنسدان نئی ایجادات کی فکر میں ہیں بلکہ ایک روایت کے مطابق جنگ کی سترہ دنوں میں ملک کے اندر اتنے مختلف الن[...] ہتھیار تیار ہوئے تھے اور اتنی ایجادات کی گئی تھیں کہ ست[...] سال میں نہیں ہو سکا تھا۔

آخر میں کہنا درست ہوگا کہ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ نے [...] قرار اور جمود کو توڑ کر ہمارے اندر جو روحانی اور مادی [...] پیدا کر دی تھی اس سے یہ یقین ہو چلا ہے کہ ہم انشاء اللہ اقوام عالم کی صف میں باعزت مقام پر فائز رہیں گے۔

ایک واقعہ

اس واقعہ کا راوی اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ چونکہ میں راوی کو سالہاسال سے جانتا ہوں مجھے یقین ہے کہ اس میں کسی طرح بھی مبالغہ آمیزی کو دخل نہیں۔

کپتان نثار شہید یوں تو انجینیر تھا مگر پیادہ سپاہیوں کے دستے کے ساتھ شامل تھا۔ اس کی شادی ہو چکی تھی ایک بچہ بھی تھا۔ مگر دنیا کی یہ کششیں اس کے شوق شہادت کو مدھم نہ کر سکیں، اس کی عادت سی ہو گئی تھی کہ حملے کے دوران وہ آڑ لینے سے گریز کرتا تھا اور ہمیشہ سینہ تان کر اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اپنے سپاہیوں سمیت دشمن پر جھپٹ پڑتا تھا۔

ایک صبح اس کے ایک اور ساتھی کپتان نے اس سے کہا۔

"نثار تم ہمیشہ کھڑے بدن حملہ کرتے ہو۔ کچھ جھک جایا کرو اور ممکن ہو تو آڑ بھی لے لیا کرو۔"

نثار نے مسکرا کر کہا:

"بڑے بھائی، بات تو ٹھیک کہتے ہو اور میرا اپنا ارادہ بھی یہی ہوا کرتا ہے مگر جب حملہ کرنے لگتا ہوں تو یہ سب کچھ بھول جاتا ہوں، اچھا آج اجازت دیدو کہ کھڑے بدن حملہ کر دوں آج کے بعد احتیاط کروں گا۔"

راوی کہتا ہے کہ اس روز (دن کے دس بجے) وہ دونوں کپتان اور ان کے چند سپاہی دشمن کی صفوں کے پیچھے پہنچ کر دشمن کے عقبی علاقوں میں فوجی ٹھکانوں کو تباہ کر رہے تھے۔ اس گفتگو سے کچھ ہی دیر بعد انہیں محسوس ہوا کہ دشمن کو ان کی نقل و حرکت کا علم ہو چکا ہے اور وہ ان کو گھیرے میں لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اب انہیں دشمن کا گھیرا توڑ کر نکلنا تھا۔ جب کپتان نثار نے دشمن کو گھیرا ڈالتے دیکھا تو اس نے وضو کرنا شروع کر دیا۔ ساتھی نے پوچھا۔

"نثار وضو کرنے کا یہ کونسا وقت ہے؟"

جواب ملا۔ "آج شہید ہونے کو جی کر رہا ہے۔ اس لئے حملے میں جانے سے قبل دو رکعت نفل ادا کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس خالق و مالک کے سامنے پاک حالت میں پہنچوں"

راوی کا بیان ہے کہ کپتان نثار اس روز اللہ کی عطا کردہ امانت پاک و صاف حالت میں لے کر اس کے حضور میں پہنچے۔ (خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را)

(بقیہ رنگروٹ کا پیغام)

کارنامے کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالےٰ نے قوم کو آزمائش سے بچا لیا، مگر قرآن مجید میں یہ بھی فرماتا ہے۔

"کیا عوام یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ یہ کہہ دیں کہ ہم مسلم ہیں" تو یہ کافی ہوگا اور ان کو آزمایا نہ جائے گا (یہ انکی غلطی اور خوش فہمی ہے) ہم نے ان لوگوں کو آزمایا جو تم سے پہلے تھے اور اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اپنی کسوٹی پر آزماتا ہے تاکہ اصلی اور نقلی میں تمیز ہو سکے" (۲۹ : ۲،۳) لہذا جنگ کے لئے تیاری ہمارا فرض اولین ہے۔

لہذا پاکستان کے سب سے بوڑھے رنگروٹ کا مشورہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث کی پیروی کرتے ہوئے ہم سب حکومت کی مدد کریں۔ آپس میں دوستی اور اتفاق سے رہیں اور قرآن مجید تلقین کرتا ہے کہ افواہوں کو ہوا نہ دو تاکہ تم خود اور تمہارے بھائی تباہی کا شکار نہ بنیں (۶ : ۴۹) ثابت قدم رہو (۱۲، ۹ و ۳۹ : ۸)

یہ چند اسباق ہیں جو ہم ستمبر ۱۹۶ اور جون ۱۹۶۷ کی جنگوں سے سیکھ سکتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

پاکستان پائندہ باد

ونگ کمانڈر حسن اللّٰہ صاحب

ائیر ہیڈ کوارٹر پشاور

گرامی قدر جناب محمد تقی عثمانی صاحب!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، گرامی نامہ ملا۔ مجھے یہ معلوم کر کے دلی مسرت ہوئی کہ آپ البلاغ کے آئندہ شمارہ میں جہاد ستمبر ۱۹۶۵ء کے متعلق خصوصی مضامین اور مذاکرے پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں دعا ہے کہ آپ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوں اور "البلاغ" کے معیار کے مطابق بہتر سے بہتر مواد مہیا کر سکیں۔

مجھے اس بات کا افسوس ہے، کہ اپنی مختلف مصروفیات کا باعث آپ کے سوالات کے مفصل جوابات تو نہیں دے سکا، تاہم پھر بھی مختصر جوابات حاضر خدمت ہیں۔

(۱) جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے اس کے متعلق پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جہاد ستمبر میں پاکستانی افواج کی کامیابی کا اصل راز افواج اور عوام کے دینی جذبہ میں مضمر ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ مقابلہ ایک ایسے دشمن سے تھا جو ساز و سامان اور وسائل اور تعداد وغیرہ میں ہم سے کئی گنا زیادہ طاقت رکھتا ہے۔

(۲) ستمبر کے جہاد میں ہمیں جو فوائد حاصل ہوئے وہ بے شمار ہیں۔ ان میں اتحاد، احساس تربیت تنظیم، بیداری، اور اپنے قابل اعتماد دوستوں کی پہچان وغیرہ کے علاوہ یہ احساس کہ دین اسلام ہی میں ہماری نجات اور فلاح ہے۔ یہ وہ عظیم فوائد ہیں جو جہاد ستمبر کے نتیجہ میں ہمیں حاصل ہوئے ہیں۔

(۳) یوں تو اس جہاد کا تقریباً ہر واقعہ اپنے اندر جانفشانی، جانبازی اور قربانی کی بیشمار مثالیں رکھتا ہے۔ تاہم سکواڈرن لیڈر (موجودہ ونگ کمانڈر) ایم ایم عالم کا عظیم کارنامہ بیان کر سکتے ہیں کہ انھوں نے ۳۰ سکنڈ میں پانچ بھارتی ہنٹر طیاروں کو مار گرا کر تاریخ اسلام میں ایک روشن باب کا اضافہ کیا ہے۔ یہ کارنامہ اپنے اندر تاثیر کا ایک عظیم سبق رکھتا ہے جسے آئندہ نسلیں ہرگز بھلا نہیں سکیں گی اور وہ یہ کہ میدان جنگ میں ایمانی جرأت اور جنگی مہارت کو جو اہمیت حاصل ہے وہ تعداد اور اسلحہ اور ساز و سامان کی کثرت کو حاصل نہیں۔ ونگ کمانڈر ایم ایم عالم خود بار بار تسلیم کر چکے ہیں، کہ یہ تائید ایزدی ہی تھی جو اس شاندار کامیابی کا باعث بنی ہے۔ والسلام

سراج نظامی

ایک ڈویژن میں کتنی فوج ہوتی ہے؟ بٹالین کسے کہتے ہیں
بکتر بند ڈویژن کیا ہوتا ہے؟ سکویڈرن لیڈر کے فرائض کیا ہیں؟

فوج کی تنظیم

ری فوج پاکستان کی بری افواج دو حصوں پر مشتمل ہیں
ایک حصہ کا نام "آرمز" ہے اور دوسرے کا
سروسز" افواج کا وہ حصہ جو عملی طور پر جنگ میں حصہ لیتا
ہے "آرمز" کہلاتا ہے، اور وہ شعبے جو جنگ میں حصہ لینے
لے سپاہیوں کی بے شمار ضروریات کی نگرانی اور انتظام
تے ہیں، "سروسز" کہلاتے ہیں "سروسز" والوں کو بھی
جی تربیت دیکر مسلح کیا جاتا ہے اور وہ بھی اکثر جنگ میں حصہ
تے ہیں "آرمز" میں عام طور پر بکتر بند کور، توپ خانہ
نجینئر، سگنلز اور پیادہ فوج شامل ہوتی ہے، اور "سروسز"
ں آرمی سروس کور، آرمی آرڈننس کور، آرمی میڈیکل کور
لیکٹریکل و میکینیکل کور، آرمی ڈینٹل کور، آرمی ایجوکیشنل کور
لٹری پولیس کور اور آرمی کلرک کور شامل ہوتی ہے۔

بکتر بند کور: اس کور کی تشکیل فوجی رسالہ کی قدیم
رجمنٹوں میں سے کی گئی ہے، ان رجمنٹوں کو قیام پاکستان سے
پہلے مشینی آلات سے لیس کیا گیا تھا۔ اب انھیں مختلف قسم
کے ٹینکوں سے مضبوط بنا دیا گیا ہے یہ ٹینک مختلف قسم کے
کام کرتے ہیں۔

توپ خانہ: توپ خانہ میں کئی قسم کی توپیں ہوتی
ہیں جن کا کام مختلف نوعیت کا ہوتا ہے اور یہ پیادہ فوج اور
بکتر بند دستوں کی جارحانہ یا دفاعی حملے کے وقت مدد کرتی ہیں
توپوں کی کئی قسمیں ہیں مثلاً بھاری، درمیانی، پہاڑی، طیارہ شکن
توپ خانے کی مختلف رجمنٹوں کا نام بھی توپ کی قسم پر ہی
رکھا جاتا ہے۔ مثلاً میڈیم رجمنٹ، فیلڈ رجمنٹ وغیرہ، توپ خانہ
کی وہ رجمنٹیں جو بکتر بند ہوتی ہیں عام طور پر اپنی توپیں ٹینک
قسم کی گاڑیوں پر لادتی ہیں جنھیں ایس پی (خودکار) آرٹلری یونٹوں
کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

انجینئرز کور: فوجی انجینئروں کے یہ فرائض ہیں کہ
وہ پل تعمیر کریں، پل اڑائیں، سڑکیں اور ہوائی اڈے
تعمیر کریں، سرنگیں بچھائیں، سرنگیں صاف کریں، اور امن
اور جنگ کے زمانہ میں انجینئری سے متعلقہ کام کریں۔

آرمی سگنلز کور: یہ کور فوج کے سلسلۂ رسل و رسائل
کی نگرانی کرتی ہے اور اس کے لئے پیغامبروں، ٹیلی فون
اور وائرلیس سے کام کرتی ہے۔

پیادہ فوج: پیادہ فوج کو "میدانِ جنگ کی ملکہ"
کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ اس میں زیادہ تر جنگ کرنے
والے جوان ہوتے ہیں، ہماری پاکستانی افواج کی کئی رجمنٹیں
ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد پرانی پہلی پنجاب رجمنٹ، آٹھویں
پنجاب رجمنٹ، بلوچ رجمنٹ، فرنٹیئر فورس رجمنٹ، فرنٹیئر

فورس، رائفلز چودھویں، پندرھویں اور سولھویں پنجاب رجمنٹوں کو پاکستان منتقل کردیا گیا تھا، اب کفایت شعاری اور کارکردگی کے پیش نظر ان رجمنٹوں کو تین گروپوں میں از سر نو منظم کیا گیا ہے اور ان کا نام پنجاب رجمنٹ، بلوچ رجمنٹ اور فرنٹیئر فورس رجمنٹ رکھا گیا ہے، آزادی کے بعد مشرقی پاکستان میں مشرقی بنگال رجمنٹ کے نام سے ایک نئی رجمنٹ بھی بنائی گئی۔ پیادہ فوج کی رجمنٹ ایک طرح کا خاندان ہوتی ہے جس میں کئی بٹالین ہوتی ہیں جو اس خاندان کا حصہ ہوتی ہیں سولھویں پنجاب رجمنٹ کا مطلب یہ ہے کہ وہ پنجاب رجمنٹ کی سولھویں بٹالین ہے، اسی طرح نویں بلوچ رجمنٹ اور دسویں فرنٹیئر فورس کا مطلب بلوچ رجمنٹ کی نویں اور فرنٹیئر فورس کی دسویں بٹالین ہے۔

آرمی سروس کور (ASC): یہ کور فوج کے لئے خوراک ایندھن، پیٹرول، تیل وغیرہ کی بہم رسانی کی ذمہ دار ہے، عام نقل وحمل اور ایمبولنس سروس بھی اسی کور کے فرائض میں داخل ہے

آرمی آرڈیننس کور (AOC): یہ فوج کے لئے اسلحہ، بارود، گاڑیاں، کپڑے اور دیگر اشیا فراہم کرتی اور ان کی بہم رسانی کا انتظام کرتی ہے جو آرمی سروس کور نہیں کرسکتی۔

آرمی میڈیکل کور (AMC)
آرمی ڈینٹل کور (ADC) } یہ افواج کے جوانوں کو طبی امداد دیتی ہیں، ان کی صحت کا خیال رکھتی ہیں اور ان کے دانتوں کی صحت اور حفاظت کی ذمہ دار ہیں۔

الیکٹریکل و میکینکل کور (EME): اس کور کے ذمہ یہ فرض ہے کہ وہ فوج کے مشینی اور برقی آلات کی حفاظت اور مرمت کرے۔

آرمی ایجوکیشنل کور (AEC): یہ سپاہیوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتی ہے اور ان کا تعلیمی امتحان لیتی ہے۔

ملٹری پولیس کور (CMP): یہ پولیس کے فرائض انجام دیتی ہے، ٹریفک کا انتظام کرتی ہے۔ اہم شخصیتوں (VIP) کیلئے حفاظتی دستے کے طور پر کام کرتی ہے۔

آرمی کلرکس کور (ACC) مختلف فوجی رجمنٹوں میں کلرکوں کے فرائض ادا کرتی ہے۔

ریماؤنٹ، ویٹرنری اینڈ
فارمز کور (RVFC) } یہ فوج کام کرنے والے جانوروں کی صحت کی ذمہ دار ہے، اور فوجی فارموں اور ڈیری فارموں کا انتظام کرتی ہے۔

تنظیم

فوج جنرل ہیڈ کوارٹرز (GHQ) کے ماتحت ہوتی ہے اور اسی کی ہدایات کے مطابق عمل کرتی ہے۔ فوج کی کمان اور نظم وضبط کمانڈران چیف کے ماتحت ہوتا ہے جس کی مدد اس کا پرنسپل سٹاف (PS) کرتا ہے، اس سٹاف میں چیف آف دی جنرل سٹاف (CGS) اجوٹنٹ جنرل (AG) کوارٹر ماسٹر جنرل (QMG) اور ماسٹر جنرل آف آرڈیننس (MGO) شامل ہوتے ہیں۔ یہ پرنسپل اسٹاف کے افسران انتظامی معاملات میں کمانڈران چیف کی مدد کرتے اور اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ جنرل ہیڈ کوارٹرز میں چند اور برانچیں بھی ہیں جن کے سربراہ افسروں کو پرنسپل سٹاف افسران نہیں کہا ان برانچوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) ملٹری سیکرٹری برانچ۔
(۲) جج ایڈووکیٹ جنرل برانچ۔
(۳) انجینئر ان چیف برانچ۔
(۴) ڈائریکٹر میڈیکل سروسز برانچ۔

مختلف پرنسپل سٹاف افسروں اور دوسری برانچوں کے سربراہوں کے فرائض کا مختصر خاکہ یہ ہے:

چیف آف جنرل سٹاف (CGS) فوجی پالیسی کے تمام مسائل کے لئے چیف آف جنرل سٹاف ہی ذمہ دار ہوتا ہے وہ دفاعی بجٹ کے اخراجات کی نگرانی کرتا ہے، ملک کے دفاع کے لئے پاکستانی افواج کی یونٹوں کی تنظیم اور تقسیم کا ذمہ دار ہو اور جنگ اور خبر رسانی کے انتظام کے متعلق مشورے دیتا ہے اور

کے لئے افواج کی تربیت کا انتظام کرتا ہے۔ مندرجہ ذیل افسران چیف آف جنرل سٹاف کے کام میں اس کا ہاتھ بٹاتے اور مدد کرتے ہیں۔

(۱) ڈائریکٹر آف سٹاف ڈیوٹیز

(۲) ڈائریکٹر آف ملٹری آپریشنز

(۳) 〃 〃 ملٹری انٹیلی جنس

(۴) 〃 〃 ویپنیز اینڈ ایکوپمنٹ

(۵) 〃 〃 آرمرڈ کور

(۶) 〃 〃 آرٹلری

(۷) 〃 〃 سگنلز

(۸) 〃 〃 انفنٹری

(۹) 〃 〃 آرمی ایجوکیشن

(۱۰) 〃 〃 آرگنائزیشن اینڈ میتھڈ

(۱۱) انچارج ہسٹارکل سیکشن

(۱۲) ڈائریکٹر شماریات۔

(۱۳) 〃 آف ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ

اجوٹنٹ جنرل (A G): فوجیں تیار کرنا۔ بھرتی کرنا، انکو منظم کرنا اور محفوظ افواج (ریزرو) تیار رکھنا اجوٹنٹ جنرل کے فرائض میں شامل ہے، وہ فوجیوں کی رخصت، ترقیوں، نظم وضبط، تنخواہ، الاؤنس اور عام فلاح وبہبود کا ذمہ دار بھی ہوتا ہے، اسی کے ذمہ جنگی قیدیوں کی نگرانی اور پاکستانی افواج کے سپاہیوں کی صحت عامہ کی نگرانی بھی ہے۔ اس معاملہ میں ڈائریکٹر میڈیکل سروسز اس کے مشیر کے طور پر کام کرتا ہے۔

اجوٹنٹ جنرل کی مدد مندرجہ ذیل ڈائریکٹران کرتے ہیں

(۱) ڈائریکٹر آف پرسونل ایڈمنسٹریشن۔

(۲) ڈائریکٹر آف پرسنل سروسز۔

(۳) ڈائریکٹر آف میڈیکل سروسز (آرمی)

(۴) ڈائریکٹر آف ویلفیئر اینڈ ری ہیبلی ٹیشن

(۵) ڈائریکٹر آف سویلین پرسونل۔

کوارٹر ماسٹر جنرل (Q M G): کوارٹر ماسٹر جنرل اشیائے خوردنی، چارے اور ایندھن کے ذخیرے اور اس کی بہم رسانی کا ذمہ دار ہوتا ہے اسے یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ ان اجناس کا محفوظ ذخیرہ بھی موجود ہے، وہ فوجیوں کی نقل و حرکت، ان کے قیام اور حیوانات کے شفاخانوں اور فارموں کا بھی انتظام کرتا ہے اس کے فرائض کی بجا آوری میں مندرجہ ذیل تین ڈائریکٹران اس کے معاون کے طور پر کام کرتے ہیں

(۱) ڈائریکٹر آف موومنٹ اینڈ کوارٹرنگ

(۲) ڈائریکٹر آف سپلائی اینڈ ٹرانسپورٹ

(۳) ڈائریکٹر آف ریماونٹ، ویٹرنری اینڈ فارمز

ماسٹر جنرل آف آرڈیننس (M G O) اس کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اسلحہ خانوں اور ڈپوؤں کا انتظام اور نگرانی کرے علاوہ تمام گاڑیوں اور ٹیکنیکل ذخیروں کی حفاظت اور مرمت کا انتظام کرے۔ وہ ہر قسم کے مطلوبہ سامان اور آرڈیننس ذخیروں کے متعلق ریسرچ، تجرباتی ڈیزائنوں (ل) نمونوں تیار شدہ اشیا کی نگرانی اور بہم رسانی کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے، اور نئی ایجادات کا بندوبست بھی کرتا ہے۔ مندرجہ ذیل تین ڈائریکٹران اس کے معاون ہوتے ہیں۔

(۱) ڈائریکٹر آف آرڈیننس سروسز۔

(۲) ڈائریکٹر آف الیکٹریکل اینڈ مکینکل انجنیئرنگ۔

(۳) ڈائریکٹر آف اسپیکیشن اینڈ ٹیکنیکل ڈویلپمنٹ

ملٹری سیکرٹری (M S) اس کے ذمے تمام افسروں کی ملازمت کی منصوبہ بندی، تعیناتی، ترقی، تبادلے اور انہیں سبکدوش کرنے کا کام ہوتا ہے، وہ افسروں کی ایک آرمی ریزرو بھی قائم رکھتا ہے۔

انجینئر ان چیف (E-IN-C) انجینئر ان چیف انجینئری سے متعلقہ امور کے لئے کمانڈران چیف کا فنی مشیر ہوتا ہے، ان امور میں بری افواج، فضائیہ اور بحریہ کے لئے حفاظتی اور دفاعی مورچوں، فوجی سڑکوں اور عمارات کے ڈیزائنوں کی تیاری، تعمیر اور حفاظت اور انجینئرنگ سٹوروں کی بہم رسانی

شامل ہے، انجینئروں کی کور، انجینئر ٹروپ اور ملٹری انجینئرنگ سروس بھی اسی کے ماتحت ہوتی ہے۔

جج ایڈووکیٹ جنرل (ج ا ج) جج ایڈووکیٹ جنرل فوجی قانون، مارشل لا، بین الاقوامی قانون کے مسائل پر کمانڈر انچیف کا مشیر ہوتا ہے، وہ سرسری کورٹ مارشل، انضباطی تعزیرات اپیلوں اور عذرداریوں وغیرہ کی نظر ثانی کے سوا کورٹ مارشل کی کارروائیوں کی نظر ثانی کا ذمہ دار ہوتا ہے وہ براہ راست کمانڈر انچیف کے ماتحت ہوتا ہے۔

مقامی انتظام

فوجوں کا مقامی انتظام سب ایریا ہیڈ کوارٹرز اور سٹیشن ہیڈ کوارٹرز کے ذمے ہوتا ہے، یہ ہیڈ کوارٹرز اپنے اپنے علاقہ میں فوجوں کی نقل و حرکت قیام، تربیت، نظم و ضبط اور خوراک کی بہم رسانی کے انتظامی پہلو کی نگرانی کرتے ہیں۔

میدانِ جنگ

میدان جنگ میں فوج کو کوروں۔ ڈویژنوں اور بریگیڈوں میں منظم کیا جاتا ہے، اور عموماً اس کی کمان ایک جرنیل کرتا ہے۔ اس میں عام طور پر دو یا تین کوریں ہوتی ہیں۔

ایک کور میں دو پیادہ ڈویژن اور ایک بکتر بند ڈویژن یا تین پیادہ ڈویژن ہوتے ہیں اور ایک کور کا ہیڈ کوارٹر ہوتا ہے اور اس کی کمان ایک لفٹیننٹ جنرل کرتا ہے۔ ایک کور ایک منٹ کے نوٹس پر میدان جنگ میں پہنچائی جا سکتی ہے۔

ڈویژن عام طور پر پیادہ فوج کے منظم یونٹوں کی بنیادی طاقت کے طور پر کام کرتے ہیں۔ یہ پیادہ فوج۔ بکتر بند گاڑیوں توپ خانے۔ انجینئروں سگنلز اور رسد رسانی اور دیگر عناصر پر مشتمل ہوتے ہیں اور دشمن پر ضرب کاری لگانے کے ہر طرح اہل ہوتے ہیں۔

پیادہ فوج کے ایک ڈویژن میں تین بریگیڈ ہوتے ہیں اور ایک بریگیڈ میں تین بٹالین فوج ہوتی ہے۔ بٹالین کو کمپنیوں پلاٹونوں اور سیکشنوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک بٹالین میں مختلف عناصر ہوتے ہیں جنہیں مقابلہ کرنے خبر رسانی کرنے۔ مارٹر اور توپیں داغنے کے خاص فرائض سرانجام دینے کی تربیت دے کر منظم کیا جاتا ہے۔

بکتر بند ڈویژن کی ترتیب مختلف ہوتی ہے اور یہ مختلف اقسام کے ٹینکوں کی کئی رجمنٹوں پر مشتمل ہوتے ہیں ان میں ہر ایک کے کام کی نوعیت خاص قسم کی ہوتی ہے۔ ٹینکوں کے علاوہ بکتر بند ڈویژنوں کی امداد کے لئے بہترین توپ خانہ، پیادہ فوج اور دیگر امدادی یونٹ بھی موجود ہوتے ہیں۔

سپاہی اور اسلحہ

ڈویژن ایک میجر جنرل کی کمان میں ہوتا ہے پیادہ فوج کے ڈویژن میں سپاہیوں کی تعداد ۱۵٬۰۰۰ سے ۲۰٬۰۰۰ تک ہوتی ہے۔ بکتر بند ڈویژن ۱۰٬۰۰۰ سے ۱۴٬۰۰۰ سپاہیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ بریگیڈ ایک بریگیڈیئر کے ماتحت ہوتا ہے اس میں ۵٬۰۰۰ سے ۶٬۰۰۰ سپاہی ہوتے ہیں بٹالین میں سپاہیوں کی تعداد تخمیناً آٹھ سو ہوتی ہے اور اس کی کمان ایک لفٹیننٹ کرنل کرتا ہے۔ کمپنی میں ۱۵۰ سپاہی ہوتے ہیں اور یہ کسی میجر یا کپتان کے ماتحت ہوتی ہے، ایک پلاٹون کی کمان کوئی جونیئر کمیشنڈ افسر کرتا ہے۔ اس میں تقریباً ۳۶ سپاہی اور ایک سیکشن شامل ہوتا ہے، پیادہ فوج کی قلیل ترین یونٹ کی کمان کسی نان کمیشنڈ افسر کے پاس ہوتی ہے اور اس میں دس سپاہی ہوتے ہیں۔

بکتر بند اور توپ خانے کے یونٹوں میں پیادہ فوج کی بٹالین کے مساوی ٹینکوں یا توپ خانے کی ایک رجمنٹ ہوتی ہے جس میں ۵۰۰ سپاہی ہوتے ہیں۔ ٹینکوں کی ایک رجمنٹ میں کئی سکواڈرن اور ٹروپ ہوتے ہیں، ایک سکواڈرن میں اندازاً چودہ ٹینک ہوتے ہیں اور ایک ٹروپ میں اندازاً چار ٹینک توپ خانے کی ایک رجمنٹ میں یہ ڈویژن بیٹریوں میں منقسم ہو جاتا ہے جس میں چھ توپیں ہوتی ہیں۔

پیادہ فوج کی بٹالین رائفلوں سٹین گنوں۔ ہلکی مشین گنوں، درمیانی مشین گنوں اور دیگر اسلحہ مثلاً مارٹروں اور ۱۰۶ بے دھکے کی رائفلوں سے مسلح ہوتی ہے۔

بکتر بند اور توپ خانے میں مختلف نوعیتوں کے آلات ہوتے ہیں جو کاری ضربیں لگانے کی بے پناہ صلاحیت رکھتے ہیں، توپ خانہ، بکتر بند اور پیادہ یونٹوں کے لئے مددگار کا کام کرتا ہے۔ ٹینکوں کو یا تو پیادہ فوج کی مدد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یا حملہ کرنے کے لئے۔

فضائیہ پاکستانی فضائیہ (P.A.F) فضائی ہیڈ کوارٹرز کی نگرانی اور ہدایات کے مطابق اپنے فرائض سر انجام دیتی ہے۔ فضائیہ کی مکمل کمان کمانڈر ان چیف کے ہاتھ میں ہوتی ہے جسے چیف آف ایئر سٹاف کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اس کے معاونین پرنسپل سٹاف افسران کہلاتے ہیں۔ مثلاً ڈپٹی چیف آف ایئر سٹاف (DCAS) اسسٹنٹ چیف آف ایئر سٹاف (اپریشن) اسسٹنٹ چیف آف ایئر سٹاف (مین ٹی ننس) پرنسپل سٹاف افسران انتظامی معاملات میں کمانڈر ان چیف کی مدد کرتے ہیں، فضائی ہیڈ کوارٹرز میں اور برانچیں بھی ہیں جنھیں پرنسپل سٹاف افسران شمار نہیں کیا جاتا وہ یہ ہیں:

۱۔ ایئر سیکرٹری برانچ
۲۔ چیف انسپکٹر
۳۔ جج ایڈووکیٹ جنرل۔

مختلف پرنسپل سٹاف افسروں اور دوسری برانچوں کے سربراہوں کے فرائض کا خاکہ یہ ہے۔

ڈپٹی چیف آف ایئر سٹاف (DCAS) یہ فضائیہ کی تشکیل میں کمانڈر ان چیف کی مدد کرتا ہے اور فضائیہ کے منصوبوں کی ترقی اور نظر ثانی، فضائیہ کے محکمہ خبر رسانی۔ فضائیہ کے ساز و سامان تحفظ اور کام کے معیار کی نگرانی کرتا ہے۔ اور جہاں ضرورت ہو فضائیہ کے ہیڈ کوارٹرز اور اس کی برانچوں کے درمیان رابطہ قائم رکھتا ہے، مندرجہ ذیل ڈائرکٹران اس کے معاون ہوتے ہیں

۱۔ ڈائریکٹر آف پلانز
۲۔ ڈائریکٹر آف انٹیلی جنس
۳۔ ڈائریکٹر آف ورک سٹڈیز
۴۔ پرووسٹ مارشل۔

اسسٹنٹ چیف آف ایئر سٹاف (اپریشن ACAS)

یہ افسر فضائیہ کے نقل و حرکت اور لڑاکے یونٹوں کی تیاری کے متعلق پالیسی وضع کرتا ہے، فضائی حملوں اور فوجی ٹھکانوں پر نشانہ لگانے کے منصوبے تیار کرتا ہے اور اس سلسلے میں انتظامی رابطہ قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے، قومی تحفظ کے لئے پاکستانی فضائیہ کے مواصلات کے سلسلہ میں حفاظتی پالیسی وضع کرتا ہے، اور موثر حفاظتی پروازوں کا پروگرام بناتا ہے۔

اس کام میں مندرجہ ذیل افسران اس کے معاونین ہوتے ہیں

۱۔ ڈائریکٹر آف اپریشنز
۲۔ ڈائریکٹر آف فلائٹ سیفٹی
۳۔ ڈائریکٹر آف ایئر ٹرانسپورٹ
۴۔ ڈائریکٹر آف سگنلز۔

اسسٹنٹ چیف آف ایئر سٹاف (ٹریننگ ACAS)

اس کے ذمہ فضائیہ کی تعلیم و تربیت کی پالیسی اور اس کی نگرانی اور ہدایت کا کام ہوتا ہے۔ اس کے معاون تین ہوتے ہیں

۱۔ ڈائریکٹر آف فلائنگ ٹریننگ۔
۲۔ ڈائریکٹر آف ٹیکنیکل ٹریننگ
۳۔ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن۔

اسسٹنٹ چیف آف ایئر سٹاف (انتظامیہ ACAS)

یہ متفرق امور کے متعلق پالیسی وضع کرنے اور نظم و نسق قائم رکھنے کا ذمہ دار ہوتا ہے یہ امور ہیں۔

(۱) ہوابازوں اور غیر فوجیوں کا نظم و نسق (۲) عام تنظیم (۳) بھرتی (۴) قواعد سازی اور بجٹ سازی اور (۵) عملے کی ضروریات جو صحت۔ تنخواہ۔ پنشن وغیرہ سے متعلق ہوں۔

مندرجہ ذیل ڈائریکٹر اس کے ماتحت کام کرتے ہیں۔

۱۔ ڈائریکٹر آف پرسونل۔ (۲) ڈائریکٹر آف بجٹ (۳) ڈائریکٹر آف اسٹیبلشمنٹ (۴) ڈائریکٹر آف ورکس۔

(۵) ڈائریکٹر آف میڈیکل سروسز۔ (۶) چیف انجینئر۔

اسسٹنٹ چیف آف ایئر سٹاف (مین ٹی نینس) (ACAS)

یہ افسر منصوبہ بندیوں، اسلحہ، فنی ملازمین، فضائی انجینئرنگ، بری انجینئرنگ اور وار ٹر سپلائی کے متعلق پالیسی وضع کرتا ہے اور اس کے متعلق نظم و نسق بحال رکھتا ہے۔

مندرجہ ذیل افسران اس کے معاونین ہوتے ہیں۔

۱۔ ڈائریکٹر آف پروجیکٹس

۲۔ ڈائریکٹر آف ویپنز

۳۔ ڈائریکٹر آف ٹیکنیکل سروسز

۴۔ ڈائریکٹر آف ایئر کرافٹ انجینئرنگ۔

۵۔ ڈائریکٹر آف گراؤنڈ انجینئرنگ۔

۶۔ ڈائریکٹر آف سپلائی۔

ایئر سیکرٹری: یہ افسروں کو کمیشن دینے۔ ان کی ترقی، تعیناتی اور پنشن کے متعلق پالیسی وضع کرنے کا ذمہ دار ہے، اس کے پاس فضائیہ کے تمام افسروں کا ریکارڈ موجود ہوتا ہے اور یہ ان کی ملازمت کی شرائط طے کرتا ہے۔ یہ فضائیہ کے افسروں کو انعامات و اعزازات دینے کے لئے حکومت سے سفارش کرتا ہے۔

چیف انسپکٹر: یہ پاکستانی فضائیہ کے یونٹوں کے معائنوں کی منصوبہ بندی کرتا ہے، اور اس کے ذمہ فضائیہ کے حادثات کی تحقیقات کرنے والے بورڈ کی نگرانی بھی ہوتی ہے۔

جج ایڈووکیٹ جنرل (J A G): اس کے ذمے فضائیہ کے قانون کی وضاحت، نئے قوانین بنانے، ان عذرداریوں کے متعلق مشورے دینے کا کام ہوتا ہے جو کورٹ مارشل کی کارروائی کے خلاف کی جائیں۔

ڈھانچہ فضائیہ کا ہیڈ کوارٹر تمام سٹیشنوں اور خود مختار یونٹوں کی مکمل نگرانی کرتا ہے۔

سٹیشن یا اڈہ فلائنگ ونگ، ٹیکنیکل ونگ وغیرہ یونٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

ایک ونگ میں کئی سکویڈرن ہوتے ہیں۔ ہر سکویڈرن میں فلائیٹ ہوتے ہیں، عام طور پر سکویڈرن کو بنیادی فضائی یونٹ سمجھا جاتا ہے سکویڈرن پرواز کرنے والا یا پرواز نہ کرنے والا دونوں طرح کا ہو سکتا ہے۔ پرواز کرنے والے سکویڈرن میں دو یا دو سے زیادہ فلائیٹ ہوتے ہیں اور انتظامیہ اور تکنیکی حصے ہیں اور اس میں چھ یا چھ سے زیادہ طیارے ہوتے ہیں۔

پاکستانی فضائیہ کے طیاروں میں لڑاکا طیارے، بمبار طیارے، بار بردار طیارے اور امدادی طیارے ہوتے ہیں، فضائیہ میں لڑاکے طیاروں کی دو بڑی قسمیں موجود ہیں، جن کے نام۔ ایف ۸۶ اور ایف ۱۰۴ ہیں، ایف ۸۶ ایسے لڑاکا بمبار طیارے ہیں جنھیں دنیا کی بہت سی فضائی افواج میں استعمال کیا جاتا ہے ایف ۱۰۴ طیاروں کا شمار دنیا کے بہترین طیاروں میں ہوتا ہے۔ یہ آواز کی رفتار سے دوگنی سے بھی زیادہ رفتار پر ۸۰۰۰۰ فٹ کی بلندی سے بھی اوپر پرواز کر سکتے ہیں

بمبار طیارے کا مطلب ایسا طیارہ ہے جو زمین اور سمندر میں اہم ٹھکانوں پر جارحانہ بمباری کرے، پاکستانی فضائیہ کے بمبار طیاروں کا نمبر بی ۵۷ ہے اور یہ ایسے جیٹ بمبار طیارے ہیں جو وزنی بموں کو دور دراز ٹھکانوں پر بھی پھینک سکتے ہیں بار بردار طیاروں کے سکویڈرن میں پاکستانی فضائیہ کے پاس دیکھ بھال کرنے والے طیارے ہیں جن کا نام آر ٹی ۳۳ ہے۔ تربیتی طیاروں کا نام ٹی ۳۳ اور ٹی ۳۷ ہے ایس اے ۱۶ نام کے طیارے ہیں خشکی پر اور پانی میں اتر سکتے ہیں، ان کے علاوہ ہیلی کاپٹر ہیں جن سے امدادی کام لیا جاتا ہے۔

(بشکریہ سیارہ ڈائجسٹ نومبر ۶۵ء)

مسافروں پہ اندھیرے جھپٹ تو سکتے ہیں
مسافروں کو اندھیرے نگل نہیں سکتے

سوالات

۱۔ جہاد ستمبر میں ہماری فتح کے اسباب کیا تھے؟

۲۔ اس جہاد سے ہمیں کیا سبق ملے اور کیا فوائد حاصل ہوئے؟

۳۔ کیا اس واقعے کے بعد ہماری زندگی میں کوئی تبدیلی آئی ہے؟

۴۔ حق و باطل کا معرکہ کبھی بند نہیں ہوتا، باطل کی تیاریاں واضح ہیں، اس کے جواب میں مسلمانوں کی تیاریاں کس نہج پر ہونی چاہئیں۔

۵۔ جہاد ستمبر میں علماء کا کردار کیا تھا؟ اور آئندہ ایسے مواقع پر کیا ہونا چاہئے؟

آپ کے سوالنامہ کا جواب مختصراً یہ ہے کہ

(۱)

جہاد ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاکستان کی فتح کے اسباب میں بڑی وجہ نصرت الٰہی تھی جس پر واقعات شاہد ہیں جنکی کچھ تفصیل جنگ وجہاد نمبر خاتون پاکستان بابت جنوری ۱۹۶۶ء میں بھی ہے علالت طبع کی وجہ سے نقل نہ کر سکا۔ اور نصرت الٰہی نے پاکستان کو کیوں نوازا؟ حقیقی علم تو اللہ ہی کو ہے مگر بہ ظاہر اس کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) صدر پاکستان کا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر جنگ کا نہیں بلکہ جہاد کا اعلان کرنا۔

(۲) اس اعلان کے بعد سارے پاکستانی مسلمان جذبۂ جہاد سے سرشار ہو گئے۔ بڑے چھوٹے مرد و عورت سب میں یہی جذبہ کارفرما تھا عورتوں نے زیوروں سے، بچوں نے اپنی ناشتہ کی رقم سے، اہل وسعت نے کپڑوں وغیرہ سے، اہل ثروت نے اپنی دولت سے اس جہاد میں خوب امداد کی تاجروں نے نفع خوری، راشیوں نے رشوت خوری، چوروں نے چوری، ڈاکوؤں نے ڈاکہ زنی، بدمعاشوں نے بدمعاشی چھوڑ دی، فوج نے نعرۂ تکبیر اور تلاوت قرآن شروع کر دی اکثر مسلمان نمازی اور نیک بن گئے۔ پاکستانی مسلمانوں نے اپنے اختلافات چھوڑ کر اتحاد و اتفاق کو اپنا شعار بنا لیا۔

پاکستان سے باہر بھی عام طور سے سب مسلمان فتح پاکستان کے لئے دعائیں کرتے تھے اور انڈونیشیا، ترکی، ایران، اردن اور حکومت سعودیہ نے تو پوری طرح حمایت پاکستان کا اعلان کر دیا اور کہدیا کہ پاکستان کو جس قسم کی امداد کی ضرورت ہوگی ہم اس کے لئے حاضر ہیں۔

(۳) پاکستانی فوج پاکستان کی فتح اور غلبہ کے لئے جان کی بازی لگائے ہوئے تھی۔

(۴) پاکستانی فوج کی نظر خدا پر تھی، ظاہری سامان پر نہ تھی اس لئے باوجود قلت تعداد اور قلت سامان کے اپنے سے چھ گنی فوج کے مقابلہ پر ڈٹی رہی جو قوت اسلحہ میں اس سے دس گنی تھی۔

(۵) ہمارے ادبا اور شعرا اور علما نے بھی جذبۂ جہاد کو قوم میں خوب بیدار کیا علما نے فضائل جہاد پر تقریریں کیں کتابچے لکھ کر فوج میں بھیجے، ادبا اور شعرا نے اپنی نظموں اور گیتوں سے فوج کے حوصلے بڑھائے۔

(۶) ائمۂ مساجد نے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ شروع کر دی جس سے سب مسلمانوں کے دل فتح و نصرت کی دعا میں مشغول ہو گئے۔

(۲)

اس جہاد سے ہمیں ایک سبق تو یہ ملا کہ جب کفار سے مقابلہ کی نوبت آئے تو سربراہ مملکت کو اعلان جنگ نہیں بلکہ اللہ کا نام لیکر جہاد کا اعلان کرنا چاہئے۔ اعلان جہاد کا مسلمانوں کے دلوں پر خاص اثر ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اس موقعہ پر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے اس کی نصرت و امداد کا طالب ہونا چاہئے اپنے سامان یا دوسروں کی امداد پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔ ظاہری سامان بھی ضرور کیا جائے کہ اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ میں اس کا امر بھی ہے دوسروں سے امداد لینے کا بھی مضائقہ نہیں جبکہ وہ ہمارے جھنڈے تلے ہوں مگر بھروسہ اللہ پر کرنا چاہئے وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔

تیسری یہ کہ جذبۂ جہاد کو مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی اصلاح میں بڑا دخل ہے جبتک یہ جہاد جاری رہا پاکستانی مسلمان بہت نیک بن گئے تھے جس پر سب کو حیرت تھی مگر جہاد ختم ہوتے ہی پھر وہی حالت ہو گئی جو جہاد سے پہلے تھی غالباً اسی لئے فقہاء نے فرمایا ہے کہ امام کو ہر سال کسی نہ کسی طرف جہاد کرنا چاہئے جہاں کفر کا غلبہ ہو اور مسلمانوں سے معاہدہ نہ ہو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو پہلا خطبہ اپنی خلافت میں دیا تھا اس میں فرمایا تھا کہ جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے ذلیل ہو جاتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جب باغیوں نے سر اٹھایا حضرت عثمان رضؓ نے اپنے عمال سے اس کا سبب دریافت کیا تو ایک گورنر نے کہا اس کا سبب یہ ہے کہ آپ نے فوجوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا ہے۔ فرمایا میرا مقصد یہ تھا کہ مقبوضہ علاقہ کا نظم و نسق مکمل ہو جائے تو آگے بڑھا جائے۔ عامل نے کہا کہ مقبوضہ علاقہ کا نظم و نسق آپ کے عمال اچھی طرح کر لیں گے فوجوں کو پیش قدمی سے نہ روکا جائے، فرمایا بہتر ہے اب تم سب واپس جاکر فوجوں کو پیش قدمی کا حکم دیدو، مگر وہ ابھی اپنی جگہ واپس بھی نہ پہنچے تھے کہ باغیوں نے خلیفۂ مظلوم کا کام تمام کر دیا۔

چوتھے یہ کہ اس جہاد سے پاکستان کا رعب کفار کے دلوں میں بیٹھ گیا اور دنیا کو پاکستان کی قوت کا اندازہ ہو گیا کہ اس سے ٹکر لینا آسان نہیں، پاکستان کا وقار بلند ہو گیا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ھی العلیا۔

(۳)

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس جہاد کے ختم ہوتے ہی ہماری دینی و اخلاقی حالت میں جو بہترین انقلاب آیا تھا ختم ہو گیا، پھر وہی حالت ہو گئی جو جہاد سے پہلے تھی۔ البتہ سیاسی اور عسکری قوت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے، مگر میں بتلا چکا ہوں کہ فتح و نصرت کیلئے یہ کافی نہیں۔ اللہ کی نصرت کے اسباب اختیار کرنے کی بھی ضرورت ہے جس کا طریقہ اصلاح اعمال و اخلاق ہے جیسا جہاد کے دنوں میں ہوا تھا۔ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنین

(۴)

مسلمانوں کو ہمیشہ جہاد میں مشغول رہنا چاہئے، جہاد کو ترک نہ کیا جائے جب جہاد جاری رہے گا اس کی تیاری بھی برابر جاری رہے گی، ظاہری قوت بھی بڑھتی رہے گی اور دینی و اخلاقی حالت بھی درست ہوتی رہے گی۔

(۵)

علماء کو لازم ہو کہ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد کو بیدار رکھیں اصلاح اعمال و اخلاق کی تاکید کرتے رہیں، جو حضرات علماء درس و افتاء کی ذمہ داری سے فارغ ہوں وہ عملی طور پر خود بھی فوج اسلامی میں بھرتی ہو جائیں اور اعلان جہاد کے بعد علماء اپنی تمام توانائیاں جذبۂ جہاد بیدار کرنے میں صرف کر دیں اور یہ بات مسلمانوں کے دلوں میں بٹھلا دیں کہ محض ظاہری قوت غلبۂ مسلمین کے لئے کافی نہیں بلکہ نصرت الٰہی کو ساتھ لینا بھی ضروری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جنگ قادسیہ کے موقعہ پر خط لکھا تھا کہ مسلمان کفار پر اسی لئے غالب ہوتے ہیں کہ یہ اللہ تعالےٰ کے مطیع ہیں اور وہ نافرمان ہیں اگر مسلمان بھی نافرمان بن جائیں گے خدا کی مدد ان کی ساتھ نہ ہوگی پھر مقابلہ ظاہری قوت و طاقت سے ہوگا اور اس میں کفار کا پلہ ہی بھاری ہوتا ہے۔ اوکما قال (المستدرک)

در حدیث دیگراں

"پاکستان فضا پر پوری طرح چھایا ہوا ہے، اگر بھارتی طیارے فضا سے بالکل ہی بھاگ نہیں گئے تو کم از کم اس قدر حتم و یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ انھیں فضا سے بے دخل ضرور کر دیا گیا ہے۔ بھارتی ہوا باز پاکستانی ہوا بازوں کے مقابلہ میں بہت ہی گھٹیا درجہ کے ہیں۔ بھارتی افسروں میں قیادت کی صلاحیتیں بُری طرح مفقود ہیں، بھارت ایک ایک ایسے ملک کے ہاتھوں پٹ رہا ہے جو آبادی میں اس سے ساڑھے چار گنا چھوٹا اور مسلح افواج کے اعتبار سے تین گنا چھوٹا ہے"

("سنڈے ٹائمز" لندن ۱۹ ستمبر ۱۹۶۵ء)

دار العلوم کے طلباء مدینہ یونیورسٹی میں

یہ اطلاع تمام متعلقین دار العلوم کراچی کے لئے موجب مسرت ہوگی کہ مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ عبد العزیز بن باز نے اپنے ایک تازہ مکتوب میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم کو اطلاع دی ہے کہ سعودی عرب کی وزارتِ تعلیم نے دار العلوم کراچی ۱۴ کی سند کو تسلیم کرتے ہوئے یہاں کے سند یافتہ طلباء کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی قسمِ عالی میں داخلہ دینے کا اعلان کیا ہے۔ چنانچہ سالِ رواں ۸۹-۱۳۸۸ھ کیلئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے دار العلوم کراچی کے فارغ التحصیل طلباء کے لئے تین وظائف مخصوص کر کے دار العلوم سے طلباء کے نام طلب کئے ہیں۔ واضح رہے کہ جامع اسلامیہ نے پورے پاکستان کے لئے کل دس وظائف جاری کئے ہیں، جن میں سے تین دار العلوم کراچی کے فارغ التحصیل طلباء کے لئے ہوں گے۔

دار العلوم کراچی کی طرف سے ان تین طلباء کا تعین کر دیا گیا ہے جو انشاء اللہ جامعہ کے تعلیمی سال کی ابتداء میں مدینہ طیبہ روانہ ہو جائیں گے۔

(ادارہ)

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ نامۂ کرم نے ممنون کیا اور سوالنامہ بھی پہنچ گیا ہے۔ منتشر مشاغل اور غیر منضبط زندگی نے اتنا مصروف بنا دیا ہے کہ فرصت مفقود ہے، نشاط طبع مختل ہے، تفصیلی جوابات لکھنے کا کوئی موقع نہیں ملا، اس وقت نہایت ہی اختصار سے اشاروں پر اکتفاء کرتا ہوں۔

(۱) ۱۹۶۵ء کے ستمبر کے جہاد میں پاکستان کی فتح کے اسباب میں سب سے زیادہ مؤثر چیز غیبی امداد تھی جس کے نتیجے میں فوجی افسران اور فوجی نوجوانان کو شہادت کا شوق دامنگیر ہوا اور بطور خارق عادت ایسے کارنامے صدور پائے جس کی نظیر تاریخ میں کم ملے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت نہ ہوتی تو عالم اسباب میں اس کا کوئی امکان نہ تھا کہ پاکستان دشمنان اسلام کے حملے سے محفوظ رہتا، بقیہ اسباب بیسٹر آنا بھی اس غیبی امداد کے نتائج تھے اس لئے حقیقی سبب نصرت الٰہی ہی تھی۔

(۲) سب سے بڑا درس جو حاصل ہوا ہے وہ یہ کہ دشمنان اسلام کی بدنیتی اور تدابیر سے کبھی غفلت نہیں کرنا چاہئے ہمیشہ ہوشیار اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے اور فراہمی اسباب میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے اور تمام اسباب مہیا کرنے کے بعد بھی توکل اور اعتماد حق تعالیٰ کی ذات پر چاہئے وہ چاہے تو بلا اسباب کے بھی کامیابی عطا فرما سکتا ہے، اور یہ واضح ہوا کہ اپنے پڑوسی دشمن سے کبھی بھی مطمئن نہ ہونا چاہئے وہ کسی وقت بھی تمام بین الاقوامی اصول کو توڑ کر کے حملہ کر سکتا ہے، نیز یہ واضح ہوا کہ برطانیہ اور امریکہ کی دوستی و معاہدوں پر کوئی اعتماد نہ ہونا چاہئے اور یہ تمام کافر "لا یرقبون فی مومن اِلًّا ولا ذمۃ" اور "انھم لا ایمان لھم" کے مصداق ہیں۔

(۳) افسوس کہ ہماری زندگی میں کوئی نمایاں فرق نہیں آیا، بلکہ مزید غفلت اور ناشکری میں مبتلا ہو گئے اور خاکم بدہن خطرہ ہو گیا کہ اس ناشکری کی کہیں خطرناک سزا نہ ملے، اسلام کی تاریخ میں اس کے بے شمار نظائر موجود ہیں اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

(۴) ذمہ داری ایک تو حکومت پر اور حکمرانوں پر ہے وہ تو ارباب حکومت ہی جانتے ہوں گے کہ انھوں نے کیا کیا اور کیا کر رہے ہیں۔ دوسری ذمہ داری عوام کی ہے کہ ان میں اتنی صلاحیت ہونی چاہئے کہ اگر وقت آئے تو ہتھیار استعمال کرنا جانتے ہوں اور تمام مسلمان باشندوں کو چاہئے کہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے جہاد کی نیت کریں اور وقت آنے پر اپنی مقدرت کے مطابق قدم اٹھائیں چاہے وہ اقدام کا ہو یا دفاع ہو یا امداد کا ہو، امداد چاہے جانی ہو یا مالی ہو۔

(۵) الحمد للہ علماء پاکستان نے متفق ہو کر بلا امتیاز مسلک حکومت کی تائید کی اور امت کو جہاد کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور جہاد کی برکات پر تقریریں کیں اور امت کو بیدار کرایا اور آئندہ بھی یہی توقع ہے اور مزید اس کی ضرورت ہے کہ عوام اور فوج کے شانہ بشانہ عملی حصہ لیا جائے۔ واللہ سبحانہ ھو الموفق لکل خیر وسعادۃ۔

اس وقت بہت ہی اختصار سے جو کچھ لکھا اس پر مطمئن ہو جائیں۔ والسلام

مولانا اطہر علی صاحب

مہتمم جامعہ امدادیہ کشور گنج مشرقی پاکستان

(۱)

اس دنیا میں جتنے واقعات ہوتے ہیں ان کے اصل اور حقیقی اسباب کا علم تو اللہ تعالےٰ ہی کے پاس ہے البتہ جہاں تک میں نے غور کیا ہے، حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تائید ہی ہو گئی کہ مسلمانوں کے فوز و فلاح کا راز ان چار لفظوں میں مضمر ہے:

(۱) صبر و استقامت۔

(۲) تقویٰ و طہارت۔

(۳) اتحاد ملت۔

(۴) اعداد قوت حسب استطاعت (یعنی اپنی استطاعت کے مطابق قوت کے ظاہری وسائل جمع کرنے کی پوری کوشش۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت علامہ عثمانی رح کا یہ ارشاد مندرجہ ذیل قرآنی آیات سے ماخوذ ہے:

وان تصبروا و تتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا

"اور اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہیں ان کا مکر چنداں نقصان نہ پہنچائے گا"

بلیٰ ان تصبروا و تتقوا و یأتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملٰئکۃ مسومین۔

"کیوں نہیں؟ اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو، اور وہ (دشمن) اسی دم تم تک پہنچ جائیں تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا جو نشان لگانے والے ہوں گے۔"

"استعینوا باللہ واصبروا"

اللہ سے مدد مانگو اور صبر اختیار کرو۔

"ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین"

"بلاشبہ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور انجام تقویٰ اختیار کرنے والوں کے حق میں ہے۔"

"واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم"

"اور تم ان کے لئے جتنی قوت جمع کر سکو، تیار کرو جس سے تم اللہ کے اور اپنے دشمن پر ہیبت طاری کر سکو"

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔"

"اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ پھیلاؤ"

میرا خیال یہ ہے کہ ستمبر ۱۹۶۵ء کے جہاد کے دوران ہمارے اندر مذکورہ چار باتیں (بعض حیرت انگیز کمال کی حد تک اور بعض کسی نہ کسی درجے میں) پیدا ہو گئی تھیں، وہ سترہ دن ابھی اتنے دور نہیں گئے کہ ہم انھیں بھول جائیں، تصور کیجئے اس وقت ۔ وقتی طور پر ہی ۔ ہمارے دلوں میں اللہ کی طرف انابت کا جذبہ کیسا پیدا ہو گیا تھا؟ بس میں سمجھتا ہوں ہمارے دلوں کی اس معمولی سی حرکت پر مدد الٰہی آ پہنچی۔

(۲)

سب سے اہم سبق یہ ملا تھا کہ ہم غفلت سے باز آ کر ہمیشہ کے لئے "تقویٰ" کو اپنا لیں اور اس ذات کا شکر بجا لائیں جس نے ہمارے گناہوں کے باوجود، محض ذرا سا رُخ پھیر لینے پر، فتح و کامرانی کی نعمت بے بہا سے ہمیں نوازا۔ اس سبق کے علاوہ عالم ظاہر میں بھی اس جہاد کا یہ فائدہ کیا کم ہے کہ پوری دنیا میں پاکستان اور اہل پاکستان بلکہ تمام مسلمانوں کو سربلندی حاصل ہوئی، اور تمام دشمنان اسلام بالخصوص بھارت پر مسلمانوں کا رُعب چھا گیا

۔۔۔ ۳ ۔۔۔

لیکن مقام حسرت یہ ہے کہ اس کے بعد غفلت سے باز آنا تو درکنار، الٹی گناہوں پر جسارت بڑھ گئی۔ مجھے تو ہماری زندگی کی تبدیلی "ترقی معکوس" کی شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ ہم میں سے بعض لوگ شاید یہ سمجھنے لگے کہ ہماری یہ فتح صرف ہماری تدبیروں کا کرشمہ تھی، اس پر مجھے قرآن کریم کی یہ آیت یاد آتی ہے جو نافرمانوں کے بارے میں نازل کی گئی تھی،

فاذا مس الانسان الضر دعانا ثم اذا خولناہ نعمۃ منا قال انما اوتیتہ علی علم۔

جب انسان کو دکھ پہنچتا ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنے پاس سے نعمتوں سے نوازتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے علم کی بنا پر ملی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا مصداق بننے سے بچائے۔ آمین

(۴)

میرے نزدیک ہماری سب سے بڑی تیاری عالم اسلام کا "اتحاد" ہے، جس کا راستہ یہ ہے کہ تمام مسلمان اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں پر متفق ہوں، اور اپنے جزوی اور فروعی اختلافات کو چھوڑ کر دشمنان اسلام کے مقابلے میں اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر متحد ہو جائیں۔ خواہ اس کے لئے ذاتی اغراض و مفاد کی کتنی بڑی قربانی دینی پڑے یوں تو یہ فریضہ تمام اسلامی ممالک پر عائد ہوتا ہے لیکن پاکستان چونکہ سب سے بڑی اسلامی مملکت ہے، اس لئے اس کی ذمہ داری دوسروں سے کہیں زیادہ ہے۔

(۵)

اُن سترہ دنوں میں اہل پاکستان کے اندر جو ولولہ آپ نے محسوس کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس جنگ کو "جہاد" سمجھتے تھے، اور یہ شعور ان میں بڑی حد تک علماء نے پیدا کیا تھا، ملک بھر کے علماء، خطباء اور مصنفین کا اس وقت ایک ہی موضوع تھا، عوام کو اتحاد، نظم، تقویٰ اور انابت الی اللہ کی تلقین اور ان میں جوش جہاد اور شوق شہادت کی روح پھونکنا، ان کی تقریروں اور تحریروں نے عوام اور ہماری باہمت افواج کے دلوں کو جذبہ جہاد اور ولولۂ شہادت سے بھر دیا، ایسے مواقع پر آئندہ بھی علماء کا یہی کردار ہونا چاہیے۔

مولانا مفتی محی الدین صاحب (مفتی مشرقی پاکستان)

تحریر: مولانا عبد العزیز صاحب مدرس مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ

(۱)

ہمارے خیال میں اس فتح کے پیچھے ظاہری اسباب سے زیادہ باطنی اسباب کار فرما رہے ہیں۔ ہمارے ظاہری اسباب تو دشمن کے مقابلہ میں نہایت ہی معمولی تھے۔ البتہ باطنی اسباب نے مل کر ان ظاہری اسباب کو زیادہ مؤثر بنا دیا تھا، ہمیں اچھی طرح یاد ہے بھارت کے اچانک حملے کے بعد صدر پاکستان نے کلمۂ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا اعلان [illegible] قوم کو دشمن سے مقابلہ کے لئے متحد کھڑے ہونے کے لئے للکارا تھا۔ اس ایمان افروز للکار [illegible] قوم کے رگ و ریشے میں عزم و ہمت کی برقی لہر دوڑ گئی تھی۔ قوم نے [illegible] یہ پکار کوئی معمولی پکار نہیں ہے بلکہ اس کے مقصد حیات اعلاء کلمۃ اللہ کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کرنے کی پکار ہے۔ چنانچہ کلمۂ طیبہ کی برکت سے قوم کے تمام افراد آپس کے تمام اختلافات کو بھول کر مسلح افواج کے پیچھے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ فوج کے جوانوں نے جب اپنے شہریوں کا یہ رنگ دیکھا تو ان کے حوصلے بھی آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ اور ہمارے جوان تعداد میں کم ہونے کے باوجود دل کھول کر داد شجاعت دینے لگے

دوسری طرف کلمۂ طیبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید اور نصرت کے دروازے بھی کھل گئے اور بہت سے محاذوں پر ایسے ایسے خارق عادت واقعات رونما ہوئے جنھیں کسی طرح بھی انسانی تدبیروں کا نتیجہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مقصد کی پاکیزگی بھی ہماری کامیابی کا ایک سبب ہے۔ ہم بھارت کے جارحانہ حملہ کی مدافعت کے لئے سینہ سپر ہو گئے تھے۔ وہ ظالم تھا اور ہم مظلوم۔ دشمن برسوں سے اہل کشمیر کی مرضی کے خلاف ان پر قابض ہے، اور بے گناہ اور نہتے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا ہے، اس نے بزور طاقت حیدر آباد، جوناگڑھ وغیرہ مسلم ریاستوں پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ اب وہ براہ راست ہم کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنانا چاہتا تھا۔ اس لئے یہ معرکہ سراسر حق و باطل کا معرکہ تھا جس میں خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں کامیابی عطا کی۔

(۲)

پاکستان صرف اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں اسلام کے ابدی قوانین نافذ کر کے اس کو ایک مثالی اسلامی مملکت بنا دیا جائے گا۔ جہاد ستمبر سے سب سے بڑا سبق یہی ملا کہ مذکورہ مقصد کو جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس لئے کہ پاکستان بنانے کے بعد ہماری قوم نے اللہ اور رسول ؐ کی تعلیمات سے منہ موڑ کر بغاوت کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ قوم کے اندر فواحش، شراب نوشی، رقص و سرود، بے حیائی وغیرہ منکرات پھوٹ پڑے تھے، ہم اپنے اعمال کے اعتبار سے کسی طرح بھی نصرت خداوندی کے مستحق نہیں تھے۔ ہاں ایک بات ہمارے اندر تھی وہ یہ ہے کہ ہم مذکورہ بالا مقصد کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے اور اس کے حصول کے لئے حتی الامکان جدوجہد کر رہے تھے، صرف اسی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنی بے شمار تائیدات سے نوازا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر ہم نے مذکورہ نیک مقصد کو عملی جامہ پہنا دیا تو ہم کس قدر رحمت خداوندی کو اپنی طرف مائل کر سکیں گے؟ اس کے برخلاف اگر ہم نے اس مقصد کے حصول میں غفلت اور کوتاہی برتی تو آئندہ ہم نصرت خداوندی کی امید نہیں کر سکتے ہیں، اس لئے کہ کسی استحقاق کے بغیر ایسے انعامات خداوندی بار بار ظہور میں نہیں آیا کرتے۔

جہاد ستمبر سے بہت سے فوائد بھی حاصل ہوئے۔ آزادی کے فوراً بعد ہمارے اندر سیکڑوں پارٹیوں، فرقے اور انفرادی واجتماعی اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ کچھ لوگ علاقائی اور لسانی بنیاد پر تعصبات کو ہوا دے رہے تھے جس کی وجہ سے ہماری صفوں میں کافی انتشار رونما ہو چکا تھا۔ لیکن جہاد شروع ہوتے ہی یہ جھگڑے یکلخت ختم ہو گئے اور پشاور سے لیکر چاٹگام تک کے دس کروڑ مسلمان دشمن کے خلاف بنیان مرصوص بن گئے۔ اگر ہم نے اس اتحاد اور یگانگت کو ہمیشہ قائم رکھا تو انشاء اللہ دشمن کبھی ہم کو نیچا دکھانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔

اس جہاد کے دوران ہمارے معاشرہ کو بہت سی برائیوں سے نجات مل گئی تھی یا ان میں زبردست کمی واقع ہو گئی تھی۔ بازاروں میں ملاوٹ اور چور بازاری کم ہو گئی تھی۔ رشوت کا کاروبار سرد پڑ گیا تھا، رقص و سرود کی محفلیں سونی ہو گئی تھیں۔ اسی طرح سرکاری اعداد و شمار کے مطابق دوسرے جرائم میں ستر فیصدی کمی آ گئی تھی۔

دوسری طرف عام مسلمانوں میں رجوع الی اللہ کی روح پرور کیفیتیں بھی دیکھنے میں آئی تھیں مسجدوں میں نماز و دعا کا خاص اہتمام ہوا اور وظیفہ ختم کر کے دعائیں مانگنے کا سلسلہ جاری رہا۔ غرض جہاد کے دوران خدا کے ساتھ عوام اور خواص کا بہت گہرا تعلق قائم ہو گیا تھا۔

(۳)

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ جہاد کے دوران ہماری قومی زندگی میں جو خوش آیند تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں وہ صرف ہنگامی اور وقتی ثابت ہوئیں، مصیبت سے چھٹکارا ملتے ہی ہم پھر سابقہ گمراہیوں کی طرف لوٹ آئے، تاہم ہمیں قنوطی ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں جنھوں نے جہاد ستمبر کی روشنی میں اپنی زندگی میں مناسب تبدیلیاں کر لی ہیں اور آئندہ کسی بھی ہنگامی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد بھی ماشاء اللہ اچھی خاصی ہے۔ واللہ المستعان۔

(۴)

سچ ہے کہ حق و باطل کا معرکہ کبھی ختم نہیں ہوتا، اور یہ معرکہ صرف پاک و ہند ہی میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ باطل کہیں یہودیت کے روپ میں، کہیں عیسائیت کے بھیس میں، اور کہیں برہمنیت کے لبادہ میں حق سے برسر پیکار ہے۔ آج کون نہیں جانتا کہ یہ تین دنیا کے مختلف حصے میں مسلمانوں کو دبانے کی سر توڑ کوششیں اور زبردست تیاریاں کر رہی ہیں۔ اسی صورت حال کا مقابلہ کرنے کیلئے

مسلمانوں کو بھی مندرجۂ ذیل خطوط پر تیاری کرنی چاہئے۔

(ا) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ دنیا کے مسلمان صحیح معنی میں مسلمان بن جائیں اور اپنے اندر صبر اور تقویٰ کے وہ اوصاف پیدا کریں جن پر نص قرآنی کے مطابق ہر قسم کی فلاح اور کامیابی کا دارومدار ہے۔

(ب) کوئی منظم تحریک چلا کر مسلمان نوجوانوں کے دل میں اسلامی نظریہ حیات سے ایسی زبردست محبت پیدا کی جائے کہ وہ اس کی حفاظت اور بقاء کے لئے جان کی بازی لگانے سے دریغ نہ کریں۔ اسلامی نظریۂ حیات سے بے پناہ محبت ہی کی بدولت ایک زمانے میں مٹھی بھر مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کے دارالحکومتوں میں بھی کامیابی کا پھریرا لہرا دیا تھا۔ سچ پوچھئے تو آجکل اشتراکی دنیا میں بھی اسی حکمت عملی سے کام لیا جا رہا ہے۔ وہاں ایسی تحریکیں چلا کر نوجوانوں کے دلوں میں اشتراکیت کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی جاتی ہے۔ پھر وہ اس کی خاطر آگ میں چھلانگ لگانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یاد رہے کسی نظریۂ حیات سے محبت اور عقیدت رکھنے میں وہ ناقابل تسخیر طاقت پوشیدہ ہوتی ہے جس کے سامنے ایٹم اور ہائیڈروجن بم بھی ہیچ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شمالی ویت نام کے چند لاکھ اشتراکی نظریہ کے حامل نفوس کئی سال سے امریکہ جیسی صف اول کی عالمی طاقت سے ٹکرائے رہے۔ وہ مسلسل مرتے ہیں اور مار رہے ہیں لیکن تھکنے اور ہار ماننے کا نام نہیں لیتے۔ اشتراکی نظریۂ حیات کے مقابلہ میں ہمارا اسلامی نظریۂ حیات بدرجہا بہتر ہے۔ من جانب اللہ ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ لہٰذا یقین ہے کہ اس کی محبت اور زیادہ مؤثر ہوگی۔ چنانچہ ہمارے ماضی کی تاریخ اس کے حیرت انگیز کرشمے دکھا چکی ہے۔

(ج) مسلم ممالک کے آپس میں اس وقت جو اختلافات ہیں ان کو باہمی گفت و شنید کے ذریعہ جلد از جلد ختم کر دیا جائے اور ان کے درمیان اتحاد اور یگانگت کی فضا قائم کی جائے، اگر ہو سکے تو مشترکہ فوجی اور دفاعی منصوبے بنائے جائیں ظاہر ہے کہ جب تک ہمارے اندر اختلافات قائم رہیں گے ہم کسی بھی دشمن کے حملہ کا مؤثر دفاع نہیں کر سکیں گے۔ نیز زیادہ سے زیادہ مقدار میں موجودہ زمانے کے مناسب اسلحہ اور سامان جنگ بھی مہیا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم دشمن کے لئے حتی المقدور سامان جنگ اور سدھے ہوئے گھوڑے تیار کرو تاکہ اللہ اور تمہارے مشترکہ دشمنوں کے دل میں خوف طاری ہو جائے۔

(د) سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ خدا کے فضل سے مسلم ممالک میں وسائل کی کمی نہیں اگر ان وسائل کو کام میں لایا جائے تو بہت جلد ہم بہت سی اشیاء میں مغرب کی دست نگری سے نجات پا سکتے ہیں۔

یہ سب تیاریاں مشترکہ ہیں اور تمام مسلم ممالک کو آپس میں مل کر کرنی ہیں، پاکستان چونکہ رقبہ اور آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اس لئے بجا طور پر اس پر مسلم ممالک کی قیادت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

———(۵)———

جہاد کشمیر میں ہمارے علماء کا کردار بلاشبہ قابل ستائش تھا، دشمن کی طرف سے حملہ ہوتے ہی انہوں نے متفقہ طور پر دفاع پاکستان کے لئے جہاد کے شرعی اور فرض ہونے کا اعلان کیا اور اخبارات میں مضامین لکھ کر اور مجمعوں میں تقریریں کر کے پوری قوم کو جہاد کے لئے تیار کیا۔ مسجدوں میں نماز کے بعد دعاؤں کا انتظام کیا۔ اس طرح انہوں نے زبانی اور قلمی جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ اگر آئندہ بھی ایسا موقع آیا تو وہ اپنے ان فرائض کی بجا آوری میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب

(شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

(۱)

فتح کا بنیادی سبب نصرتِ خداوندی کا ظہور تھا جس کے نتیجہ میں پاکستان کے تمام باشندے اپنے وسائل اور ذرائع کو فتح و کامرانی کے لئے بروئے کار لائے۔ پوری قوم اس معاملے میں متحد ہوئی۔ سیاسی اور قومی رہنماؤں نے پوری یکجہتی کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھنے سے اہل اللہ نے ابتہال و تضرع سے علماء و خطباء و مفتین نے جذبۂ جہاد بیدار کرنے کی کوششوں سے تجار اور متمول حضرات نے مالی اقتصادی تعاون سے عامۃ المسلمین نے ایثار اور قربانیوں سے اور سب سے بڑھ کر پاکستانی افواج کے سرفروش مجاہدین نے اپنے مومنانہ کردار اور مجاہدانہ حوصلہ استقامت اور صبر و ثبات سے ملک کو کامرانی اور اسلام کو اقوام عالم میں سرخروئی سے ہمکنار کر دیا اگر پاکستانی افواج کا سرخروئی آخرت اور رضائے مولیٰ کے حصول کا جزم و یقین اور آخرت کی سرخروئی اور حیات جاودانی کا عقیدہ نہ ہوتا تو محض اسباب و آلات اور صرف بہترین فوجی تربیت سے یہ چیز حاصل ہوتی

(۲)

اس جہاد نے پاکستان کو ایک ہی سبق دیا کہ اس ملک اور قوم بلکہ ہر اسلامی ملک کی حفاظت صرف اسلام اور اسلامی جذبات و احساسات اور مومنانہ کردار ہی سے وابستہ ہے یہاں مختلف قبائل اور علاقوں کے باشندوں کو صرف اسلام کے رشتے نے دشمن کے مقابلہ میں بنیان مرصوص بنا دیا تھا۔ مراکش اور انڈونیشیا میں رہنے والے مسلمانوں کے دل کی دھڑکنیں صرف اسلام کی وجہ سے پاکستان کے لئے دھڑک رہی ہیں۔ خیبر اور چٹا گانگ نے اسلام ہی کے رشتے سے اپنی قسمت ایک دوسرے سے وابستہ کی تھی ایسے وقت میں حقیقی اور مؤثر مددگار صرف مسلمان ہی ثابت ہوئے خواہ وہ مصر شام اور اردن میں بستے تھے یا سعودی عرب ترکی اور ایران میں یہ حقیقت ایک بار پھر آشکارا ہو گئی کہ اہل کفر و ضلال سب ملت واحدہ کے اجزاء و اعضاء ہیں اور مسلمانوں کی دشمنی اور ان کی شکست کی خواہش ان کی فطرت میں چھپی ہوئی ہے خواہ ان کا تعلق مشرق سے ہو یا مغرب سے۔

(۳)

افسوس کہ اس بارہ میں یہاں کی اکثریت بالخصوص ارباب اختیار و اقتدار نے خداوند کریم کے احسانات اور نعمتوں کی ناشکری اور ناقدری کا مظاہرہ کیا زیادہ مسؤلیت ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھ میں زمام کار ہے ان کا فرض تھا کہ جنگ کی پیدا شدہ اسلامی جذبات کو نہ صرف محفوظ رکھنے کے انتظام کرتے بلکہ اس کی پرورش کرتے یہاں تک کہ جذبات دینی کی حرارت سے پگھلا ہوا مادہ فطرت پورے طرح مومنانہ سانچہ میں ڈھل جاتا منکرات اور فواحش سے پورا معاشرہ کلی طور پر پاک کر لیا جاتا اور طیبات

ومعروفات کے برکات سے ملک کا چپہ چپہ مالا مال کر دیا جاتا مگر بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملک جس تیزی سے مصیبت کے وقت خدا کی طرف پلٹ گیا تھا اتنی ہی تیزی سے سب کچھ بھول کر ہلاکت اور تباہی کی طرف دوڑنے لگ گیا ہے ایسے حالات میں بسا اوقات خداوند کریم کے سابقہ انعامات ابتلاء اور آزمائش کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور کفران نعمت کا خمیازہ پورے ملک اور قوم کو بھگتنا پڑتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ہم سب کو اس روز بد دیکھنے سے محفوظ رکھے اور ہمارا ملک واقعی معنوں میں اسلام اور اسلامی اقدار کا مظہر بن جائے۔ (آمین)

(۴)

اس کا جواب بھی ضمناً آگیا ہے، ہماری تیاری ایک مسلمان کی حیثیت سے سب سے پہلے یہ ہونی چاہیے کہ ہر فرد کامل اور صحیح مومن بن جائے، اپنے تمام وسائل قویٰ اور ذرائع کو خدائی امانت سمجھنے لگے خواہ اس کا تعلق رعایا سے ہو یا حکام سے، قرآن سنت کو واقعی معنوں میں حاکمیت دی جائے اور پورے معاشرہ میں عملاً اسے نافذ کر دیا جائے پھر روح اور باطن کے تزکیہ و تطہیر کے ساتھ ساتھ اسباب اور آلات کی تیاری اور ترقی پر بھی خود اعتمادی کے ساتھ ہر وقت نظر رہے صرف دریوزہ گری اور بیرونی امداد پر ہی بھروسہ نہ ہو بلکہ حسب ارشاد واعدوا لھم ما استطعتم [illegible] قوت اور توانائی تو اعداد عدو و عدوکم میں لگایا جائے یہاں تک کہ ہر فرد مجاہد اور مرابط بن جائے کہ مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ ہر جگہ اور ہر وقت رباط اور جہاد میں رہتا ہے۔ کبھی اعداء اسلام سے کبھی نفس سے اور کبھی نفس اور کفار دونوں سے، قوت حاکمہ پر اس سلسلہ میں یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی ذہنی اور فکری تربیت اس نہج پر کرتی رہے کہ وہ فتح اور ذلت شکست اور کامرانی کو خداوند کریم کی کرشمہ سازی کا نتیجہ سمجھنے لگیں اور یہ کہ فتح اور شکست دونوں کے کچھ اسباب ہیں اور ذلت و سرخروئی دونوں کو خدا نے اپنے اپنے سبب سے وابستہ کر دیا ہے، قوم نے جس راہ اور جن اسباب کو اپنا لیا اسی کا ثمرہ اور نتیجہ پائے گی، اس بارہ میں خداوند کریم کے چند واضح ارشادات تو قوم کے ہر فرد کی نگاہوں کے سامنے ہونے چاہئیں۔

(۱) ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر تم سے صرف نظر کرے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے؟

(۲) ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

کمزوری نہ دکھاؤ، اور غمگین نہ ہو، اگر تم مومن ہو تو تم ہی سربلند ہوگے۔

نیز حسب ذیل آیت تو اور بھی کھلے طور پر اسباب فتح اور یہ کہ ہماری تیاری کس نہج پر ہو روشنی ڈال رہی ہے، یہ چند ایسے اصول ہیں جن پر چل کر ہر دور میں مسلمان فتح و کامرانی سے ہمکنار رہے ہیں۔

یا ایھا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطراً ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما تعملون محیط۔

اے ایمان والو! جب کسی دشمن جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح یافتہ بن سکو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ تم میں بزدلی آجائے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے، اور صبر کرو بلاشبہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کے دکھاوے کے لئے نکلے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، اور اللہ تمہارے تمام اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔

(بقیہ ص ۷۶)

مولانا مفتی محمود صاحب[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال ستمبر ۱۹۶۵ء میں ہندوستان نے بین الاقوامی تسلیم شدہ سرحد کو پار کر کے پاکستان پر حملہ کر دیا۔ ہندو بھی قبل از وقت خوشی منانے لگے، بھارتی پارلیمنٹ میں بھی قبل از وقت ارکان کو فتح کی خوشخبری سنا دی گئی ارکانِ پارلیمنٹ ایک دوسرے کے گلے مل مل کر مبارکباد دیتے رہے، مٹھائیاں تقسیم [illegible] کے لئے ایڈمنسٹریٹر کا تقرر بھی ہوا [illegible] ظاہری اسباب پر نظر تھی۔ طاقت کا نشہ تھا، عددی اکثریت کا گھمنڈ [illegible] طاقتوں کا مضبوط سہارا۔

بھارت کی ناکامی لیکن حالات کی اس مساعدت کے باوجود بھارت اپنے مقصد میں کیوں ناکام رہا یہ ایک ایسا سوال ہے۔ کہ اسلام کے قرنِ اول سے لیکر اب تک دشمنانِ اسلام کے لئے لاینحل بنا ہوا ہے حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں حقیقی موثر اللہ تعالےٰ کی ذات برتر ہے اسی کے ہاتھ میں فتح و نصرت، ذلت و شکست ہے۔

وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر انك علی كل شیءٍ قدیر۔

(ترجمہ) اور تو عزت دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے۔ تیرے ہاتھ ہے سب خوبی بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

وہ ذات کبریا، اپنی حکمت کے تحت تکوینات میں ہر قسم کا تصرف کرتی ہے اور اسی کی طاقت سب سے بڑی طاقت ہے۔ ایک بے سروسامان قلیل جماعت کو بڑی بڑی طاقتور جماعتوں پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

کم من فئة قلیلة غلبت فئة كثیرة باذن اللہ۔

(ترجمہ) بارہا تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے۔

ہمارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اس غیبی نصرت کو کس عجیب انداز میں ذکر فرمایا۔

الذی نصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ

(ترجمہ) حمد ہے اس ذات کی جس نے اپنے بندے (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مدد فرمائی اور اکیلے کفار کی تمام طاقتوں کو شکست دی۔

مسلمانوں کو حکمت عملی کے تحت کبھی کبھار کفار کے مقابلہ میں بظاہر نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے جسے کچھ لوگ شکست سے تعبیر کرتے ہیں

---

[1] مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان و سابق رکن قومی اسمبلی۔

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ہندو جیسی ذلیل، بزدل، کمینہ، ڈرپوک قوم سے کبھی شکست نہیں کھائی اس گزشتہ جنگ میں اگر بنظر بہ اسباب مسلمانوں کو شکست ہو جاتی تو اسلامی تاریخ میں ایک سیاہ باب کا اضافہ ہو جاتا، اللہ تعالیٰ غیور ہے اللہ تعالیٰ کی غیرت نے برداشت نہ کیا کہ مسلمان کہلانے والی قوم (خواہ کتنی ہی بدکار کیوں نہ ہو) ہندو جیسی ذلیل قوم سے شکست کھا جائے اس لئے اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت نے یاوری فرمائی اور مسلمانان پاکستان کو شکست سے محفوظ رکھا اور ہندو اپنے جارحانہ عزائم میں مکمل ناکام رہا۔

انقلاب احوال

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بچانے کا ارادہ فرمالیا تو مسلمانوں نے بفضلہ تعالیٰ اس وقت ایک اچھی بھلی قوم کی طرح بہترین کردار کا مظاہرہ کیا، مثلاً

۱۔ انابت الی اللہ کا جذبہ بیدار ہوا، بوڑھے۔ بچے۔ عورتیں قوم کے ضعفاء تک بروقت دعاؤں میں مشغول نظر آئے، مساجد آباد ہوئیں اور عامۃ المسلمین ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوئے، یہاں تک کہ صدر پاکستان محمد ایوب خان صاحب نے بھی اپنی نشری تقریر میں اپنی افواج کو کلمہ پڑھ کر حملہ آور ہونے کی تلقین فرمائی۔

۲۔ باہمی اختلاف والشقاق ختم ہوا تمام موافق ومخالف سیاسی جماعتیں اور متحارب طاقتیں ملکی دفاع میں اس طرح متحد ہو گئیں کہ گویا ان میں کسی قسم کا اختلاف ہی نہیں تھا۔

۳۔ ملک کے تمام طبقات نے اس جنگ کو شدت سے محسوس کیا اور سب نے اس کے مقابلہ کی تیاری شروع کی۔ علماء شعراء، صحافی، سول ملازم، زمیندار، تاجر، سرمایہ دار، مزدور غرض یہ کہ سب ملکی دفاع کے لئے اپنی پرخلوص کوششیں وقف کر دیں۔

۴۔ انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ اتنا ابھرا کہ چند ایام میں کروڑوں روپے عوام نے دفاعی فنڈ میں جمع کرائے اور مہاجرین کی ہمدردی کے سلسلہ میں کپڑے، لحاف، اور دوسرے گھریلو استعمال کے برتن وغیرہ اشیاء ضرورت اتنی جمع ہوئیں جن سے فوری طور پر مہاجرین کی اشک شوئی کر دی گئی۔

نتیجہ

الحاصل یہ کہ ہماری سرکشیوں اور اسلامی احکام سے بغاوت کے باوجود اسلامی جہاد کا نعرہ ملک کے کونہ کونہ میں بلند ہوا اور علماء کرام نے جہاد کی روح مسلمانوں میں پھونکی۔ ملک کی تمام مساجد کے منبر ومحراب سے جہاد ہی کے موضوع پر ہزاروں خطبے دیئے گئے۔ عام جلسوں کے ذریعہ عوام کے سوئے ہوئے جذبات کو پھر سے ابھارا گیا، ادھر ہماری حالت سدھری اُدھر اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے نوازا۔

پھر کیا تھا، ہماری فضائی۔ بری اور بحری افواج نے جان نثاری اور اہلیت کا وہ ثبوت دیا کہ ان کی عزیمت کی وجہ سے منزل مقصود ... صاف نظر آنے لگی ہر پاکستانی کا دل فرط انبساط سے اچھل رہا تھا، ہر ایک کی زبان پر یہ بات تھی کہ اب کشمیر کا الجھا ہوا لاینحل مسئلہ ہندوؤں کی مرضی کے علی الرغم مسلمانوں کے حق میں طے ہوگا۔

افسوس ہے کہ مغربی طاقتوں کی خود غرضانہ دخل اندازی کے سبب یہ تمنا تو برنہ آسکی اور ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

البتہ اس تمام جدوجہد اور عظیم قربانی (جو قوم نے بحیثیت مجموعی پیش کی تھی) کا نتیجہ اگر نکلا تو صرف یہ کہ بھارت کا وہ تصور کہ پاکستان ہمارے مقابلہ میں کمزور ہے اور اسے کسی بھی وقت تر نوالہ سمجھ کر نگلا جا سکتا ہے۔ اسی بری طرح مجروح ہو گیا ہے کہ اب تو شاید ہی ہندوستان کے سورماؤں کو ان کے امریکی آقا بھی پاکستان کی طرف پیش قدمی کرتے پا سکیں۔

ہندوستان نے سنجیدگی سے محسوس کرلیا کہ ہندوستانی افواج کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کے باوجود پاکستان کو شکست نہیں دی جاسکتی۔ ایں ہم غنیمت است۔

سبق بھلادیا گیا

جہاد ستمبر ۱۹۶۵ء نے پاکستان کے مسلمانوں کو جو سبق دیا تھا وہ بہت جلدی بھلادیا گیا، حکومت اور عوام دونوں نے مساوی کوتاہیاں کیں پھر خدا سے غفلت اور بے نیازی آپس کا اختلاف و انشقاق قومی مفادات سے غداری، ملکی سطح پر بے حیائی اور عریانی کی اشاعت، بد دیانتی، خیانت، جھوٹ، جھوٹی شہادتیں، جھوٹی قسمیں، قتل، ڈاکے، چوریاں، غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل سے بحیثیت مجموعی قوم نے اعراض و انحراف کا راستہ اختیار کیا۔

حکومت نے جہاد کے اختتام کے فوراً بعد بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی اس نے ورائٹی شو کھلے شروع کئے۔ اہل طاؤس و رباب کو اعزازات سے نوازا اور جہاد کے سلسلہ میں اس کے مؤثر کردار کا اعلان کردیا گیا۔ ملک کے تمام اہم منصوبے جنگ کی وجہ سے پس پشت ڈالدیئے گئے۔ لیکن فیملی پلاننگ کے انسان کش منصوبے پر اٹھائیس کروڑ روپے صرف کرنے کی منظوری دیدی گئی اس سال حج کا کوٹہ اتنا کم کردیا گیا کہ جسے بندش حج سے تعبیر کیا جانا ہی بہتر ہے لیکن شراب کی درآمد میں کمی کی بجائے اضافہ در اضافہ ہوا، رسوائے زمانہ عائلی قوانین کی ترمیم و تنسیخ کا واضح وعدہ جو قوم کے ساتھ کیا گیا تھا اور کم از کم مجھ سے تو کئی گواہوں کے سامنے کیا گیا تھا۔ طاق نسیاں کی نذر کردیا گیا اس کے برعکس ان قوانین کو پاکستان کی ترقی کی علامت بتلایا گیا۔

عام ملکی قوانین کو اسلامی قوانین میں بدلنے کے لئے کوئی ٹھوس کام تو نہیں ہوا بلکہ مغرب زدہ قسم کے مفتیان سرکار کے ہاتھوں دین کے قطعی اور متفق علیہ مسائل میں تحریف کی کوشش تیز کردی گئی سود مفرد کی حلت، بیئر (شراب) کی حلت، زکوٰۃ عبادت نہیں ٹیکس ہے، مشینی ذبیحہ اگرچہ اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام بھی نہ لیا گیا ہو حلال ہے، الی غیر ذلک من الخرافات کے فتوے سرکاری دارالافتاء سے سربمہر ہو کر جاری کئے گئے۔

الغرض اب قوم بحیثیت مجموعی وہاں کھڑی ہے جہاں اس جہاد سے قبل تھی اور ایام جہاد میں قومی کردار کے اندر جو غیر معمولی انقلاب آیا تھا۔ اس کے اثرات بالکل کافور ہوگئے ہیں اور ان کا کوئی اثر، کوئی علامت اب نظر نہیں آتی۔

کیا کرنا چاہئے

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة - (ترجمہ) اگلی جنگ سے قبل ہمیں اس کے لئے پوری طرح تیار رہنا چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ جنگ کے میدان میں فوجی حکمت عملی کام آتی ہے۔ اس لئے پاکستان میں فوجی قوت کا اضافہ ایک ایسا لازمی امر ہے۔ کہ اگر فوج کی تعداد میں اضافہ اور جدید اسلحہ کی فراہمی کے نتیجہ میں پوری قوم کو اپنا معیار زندگی پست تر کرنے کی قربانی بھی کرنی پڑے تو اس سے دریغ نہ کیا جائے۔

تمام ملکی وسائل و ذرائع کو کام میں لاکر ہمیں ایٹمی طاقت بننے کے لئے بہت تیزی سے قدم اٹھانا چاہئے تاکہ ہندوستان سے قبل یا ہندوستان کے ساتھ ساتھ پاکستان بھی ایٹمی ہتھیار حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاوے، لیکن ہمیں یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ ترقی یافتہ ملکوں میں فوجی حکمت عملی کے ساتھ عوام کی رضا کو اصل مقصد قرار دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ آجکل کی جنگوں میں پورا ملک اور پوری قوم میدان جنگ ٹھیرتی ہے، اس لئے پاکستان کو بحیثیت ایک اسلامی جمہوریہ کے اسلامی پالیسی اور اسلامی مساوات و انصاف کی حکمت عملی اختیار کرنی لازم ہے اگر پوری قوم ملکی پالیسیوں سے مطمئن ہوجاوے اور عوام کی رضا کی بنیاد پر اسلام نظریات کو اپنایا جائے تو دنیا کی کوئی طاقت انشاء اللہ پاکستان کو شکست نہیں دے سکتی۔

کسی نے کیا خوب کہا۔ کہ جنگ ہتھیاروں کی بجائے قومی جذبے سے جیتی جاسکتی ہے۔

مولانا قاضی عبدالصمد سربازی

(رکن مجلس شوریٰ قلات ڈویژن)

(۱)

ہماری فتح کا سبب مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ [illegible] سال کی غفلت شعاری کے بعد اللہ عزوجل نے عیار دشمن کی اچانک حملہ آوری کے ذریعہ ہمیں دین کے ایک ایسے اہم فریضہ "جہاد" کی ادائیگی کا موقع عنایت فرمایا جسے اسلام کا "ذروۂ سنام" کہا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر "اسلام کے عروج کا تاج" جو مسلمانوں کے عروج و فروغ کا ضامن ہے مسلمانانِ خطۂ پاک جہاد فی سبیل اللہ کے شوق میں ہر قسم کی جانی و مالی قربانی پیش کر کے اس اہم فریضے کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہے اللہ عزوجل نے اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی برکت اور دین کی نصرت کی وجہ سے ان کے قدموں کو جما کر فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا اور یہ درحقیقت قرآن کریم کے اس وعدے کا ایفا تھا کہ:

ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم
وکان حقاً علینا نصر المؤمنین۔

اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا، اور مومنین کی مدد کرنا ہم پر حق ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مدد اس کا خالص کرم ہی تھا، اور ہم میں وہ شرائط پوری طرح پائی نہیں جاتی تھیں جو ہمیں اس مدد کا مستحق بنائیں، تاہم میں سمجھتا ہوں کہ مندرجہ ذیل باتیں رحمت حق کے جوش میں آنے کا سبب ہوگئیں

(۱) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم حق پر تھے اور ہمارا دشمن باطل پر۔ اور اللہ کا یہ واضح فیصلہ ہے کہ ان الباطل کان زھوقا۔

(۲) کفار نے اپنی فوج، اپنے اسلحہ اور ظاہری وسائل کے گھمنڈ پر حملہ کیا تھا۔ اس کے مقابل ہمارے جیالے سپاہیوں کا بھروسہ صرف اپنے اللہ پر تھا، اور قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ
اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

(۳) ہمارے قابل فخر سپاہی اللہ کے فضل و کرم سے جذبۂ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار ہو کر بے جگری سے لڑتے تھے انھیں یقین تھا کہ اللہ کے راستے میں جان دینا اس فانی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس کے برعکس بھارتی سپاہی کے سامنے کوئی بلند مقصد نہیں تھا۔ وہ محض اپنی نوکری کی خاطر لڑ رہے تھے۔

(۴) ہمارے مجاہدوں نے جنگ کے دوران بہترین اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کیا، انھوں نے شہری آبادی پر بمباری نہیں کی، فصلوں کو تباہ نہیں کیا، قیدیوں سے مثالی اور شریفانہ

سلوک کیا، اس کے برعکس ہندی فوج نے مظلوم شہریوں پر ظلم برسائے، درندوں کی طرح قیدیوں کو ایذائیں دیں مظلوم کشمیریوں کے گاؤں جلا دیئے، اللہ عزوجل نے اچھے اخلاق کو بداخلاقی پر فتح دیدی۔

(۵) ہمارے صدر محترم نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا واسطہ دے کر قوم کو دشمن کے مقابلہ اور مدافعت کے لئے آواز دی تو پوری قوم میں اتفاق و اتحاد کی لہر دوڑ گئی ان گروہوں اور جماعتوں میں عرصہ سے نزاع و جدال چلا آتا تھا ان میں ہم آہنگی اور یک جہتی پیدا ہو گئی، اس کلمۂ طیبہ اور اتفاق و اتحاد کی بدولت اللہ عزوجل نے ہمیں سرفراز فرمایا۔

(۶) قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:

وان تصبروا و تتقوا لا یضرکم کیدھم شیئاً۔

اور اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرو تو تمہیں ان کا مکر چنداں نقصان نہیں پہنچائے گا۔

بحمد اللہ ہم میں بہت سے ایسے اللہ والے بھی تھے جو صبر و تقویٰ کی صفات کے ساتھ متصف تھے، اور جہاد کے دوران عام طور سے مسلمانوں کی ان صفات میں ترقی ہوئی جو رحمت خداوندی کے نزول کا سبب بنگئی

(۲)

(۱) سب سے پہلا سبق یہ ملا کہ فتح و کامرانی کا مدار قلت و کثرت پر نہیں بلکہ اس کا مدار اللہ عزوجل کی قدرت و نصرت پر ہے۔ لہٰذا ہمیں زیادہ فکر رضائے الٰہی کے حصول کی کرنی چاہئے کہ وہی نصرتِ الٰہی کی ضامن ہے

(۲) جو قوم ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ کی نصرت حاصل کر کے اللہ کے راستے میں ہر قسم کی جانی و مالی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتی، تائید غیبی اور نصرت الٰہی اس کے شامل حال رہتی ہے۔

(۳) کڑے وقت میں مسلمان ہی مسلمان کے کام آتا ہے، دوسروں پر بھروسہ کرنا کسی طرح درست نہیں

(۴) اتحاد و اتفاق اور یکجہتی ہماری کامیابی کی سب سے پہلی شرط ہے۔ اس سبق کے حاصل ہونے کے علاوہ اس جہاد کے بیشمار فوائد میں سے چند مندرجۂ ذیل ہیں۔

(۱) سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ہماری قوم کو اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کا علم ہو گیا، ہمیں پتہ چل گیا کہ بحمد اللہ ہم میں جانی و مالی قربانی دینے کا مادہ بدرجۂ اتم موجود ہے ہمیں معلوم ہو گیا کہ ہماری جانباز افواج میدان جنگ میں اپنی شجاعت و جواں مردی اور اعلیٰ ترین اخلاق کی کیسی لازوال مثالیں پیش کر سکتی ہیں۔ اور ہمارے عوام وقت آنے پر اتحاد و اتفاق اور اخوت و ایثار کا کتنا حسین مظاہرہ کر سکتے ہیں!

اپنی ان صلاحیتوں کا علم کوئی معمولی فائدہ نہیں ہے، اگر اس علم سے صحیح معنی میں کام لیا جائے۔

(۲) اس حیرت انگیز فتح مبین نے اللہ عزوجل کی عزت عالی اور اس کی قدرتِ کاملہ پر ایمان کو تازہ اور پختہ کر دیا، کتنے ہی مادہ پرست ایسے تھے جو اس جہاد کے دوران قدرت خداوندی کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر ایمان لے آئے۔

(۳) بفضلہ تعالےٰ اس فتح نے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دشمنانِ اسلام پر پاکستان اور اہل پاکستان کی دھاک بٹھا دی، اور پوری دنیا میں ہمارا وقار کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

(۴) بھارت کے زبانی دعووں کا بھرم کھل گیا، اب دنیا میں کوئی انصاف پسند انسان ایسا نہیں ہے جو اسکی حرکتوں سے واقف نہ ہو گیا ہو۔

(۵) ہمارے جانباز سپاہیوں کو میدانِ عمل میں اپنے جوہر دکھانے کا موقعہ ملا۔ اور اس سے ان کے تجربے اور

حوصلے میں چند در چند اضافہ ہوا۔

(۶) ہمارے دوست اور دشمن پہچانے گئے۔

(۷) اور ان مقدس ارواح کو ملنے والے فوائد کا کیا پوچھنا جنھوں نے اس جہاد میں جامِ شہادت نوش کیا، اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

(۳)

افسوس ہے کہ وہ خوشگوار انقلاب جو ہم میں سترہ دنوں کے اندر پیدا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ ختم ہو گیا، اور اب ہم اسی مقام پر آگئے جہاں جہاد سے پہلے تھے۔

لیکن مایوسی ہمارے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتی، اس غفلت کو ہم بڑی آسانی سے ختم کر سکتے ہیں، جہاد ستمبر کو یاد کرتے وقت ہمیں یہ عزم کرنا چاہئے کہ اس جہاد سے حاصل ہونے والے سبق کو اپنی آئندہ زندگی کی بنیاد بنائیں گے اور اس سے حاصل ہونے والی برکات کو پھر سے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مقصد کے لئے عوام کو اپنے ملک کی تبلیغی جماعتوں کے ساتھ پورا تعاون کرنا چاہئے

(۴)

(۱) قوم کے حوصلوں کو بلند رکھنے، ان میں جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کی روح پھونکنے، ان میں اتحاد اور نظم و ضبط پیدا کرنے اور دورانِ جنگ اخوت و ایثار کا مظاہرہ کرنے کے لئے ہمارے علماء کی تحریری اور تقریری خدمات نے بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔

(۲) اسی طرح علماء کرام اپنے نگرانی میں شہداء کے یتیم بچوں اور ان کی بیواؤں کے لئے امدادی سامان فراہم کرتے رہے اور بذاتِ خود بھی ان کی خبرگیری فرماتے رہے۔ بعض علماء نے محاذوں پر پہنچکر مجاہدین کی حوصلہ افزائی بھی کی۔

(۳) بھارتی حکام نے اپنے پراپیگنڈے کے ذریعہ اس جہاد کو "خالص سیاسی جنگ" بتا کر اس بات کی کوشش کی تھی کہ مسلمان اس جنگ کو "جہاد" نہ سمجھیں، تاکہ ان میں وہ روح پیدا نہ ہو سکے جو ان میں شجاعت و جواں مردی پیدا کرتی ہے اور جس کی وجہ سے مسلمان اپنے جان و مال کی کوئی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتا، لیکن بحمداللہ ہمارے علماء نے اس پروپیگنڈے کو قطعی طور پر ناکام بنا دیا۔

(۴) حدیث میں ہے کہ تمام اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے، اگر نیت درست ہو تو عمل مقبول ہوتا ہے ورنہ نہیں ہمارے علماء نے عام مسلمانوں کے دل میں یہ بات جا گزیں کی کہ وہ ملک و مال کی ہوس میں جنگ نہیں لڑ رہے ہیں، بلکہ ان کا مقصد وحید رضائے الٰہی کا حصول اور کلمۃ اللہ کی سربلندی ہے۔

یہی وہ کام ہیں جو علماء کو ایسے مواقع پر آئندہ بھی انجام دینے چاہئیں۔

(۵)

مندرجہ ذیل کاموں کی ذمہ داری تمام مسلمانوں اور بالخصوص اہل پاکستان پر عائد ہوتی ہے، یہی ان کی تیاری کا نہج ہونا چاہئے۔

(۱) ہم ستمبر ۱۹۶۵ء کے جہاد میں دیکھ چکے ہیں کہ اللہ کی نصرت جنگ میں اصل چیز ہے، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہر قسم کی برائیوں اور نافرمانیوں سے اجتناب کر کے ہر شعبۂ زندگی میں اللہ کی اطاعت کو اختیار کریں۔ اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ عزوجل کی رضامندی اور اس کی معیت حاصل کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنِّی مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ وَ آتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْھُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو قرض حسن دو"

(۲) پاکستان کو کلمہ لاالٰہ الا اللہ کے واسطے سے حاصل کیا گیا تھا، اور اسی کے حوالے سے صدر پاکستان نے ستمبر کے جہاد کا اعلان کیا، اب یہ ہمارا فریضہ ہے کہ اس "کلمہ" کے تمام تقاضوں کو اپنے ملک میں بروئے کار لا کر کتاب وسنت کا نظام رائج کریں۔

(۳) سامان حرب کی تیاری اور اس مقصد کے لئے جدید ترین آلات ووسائل کو اختیار کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة

اور ان دشمنوں کے لئے جتنی تم کر سکو، قوت جمع کرو

یہاں اللہ تعالیٰ نے "قوت" ایک عام لفظ اختیار فرمایا ہے جس میں ٹینک، توپ، میزائل، راکٹ، ایٹم بم ہوائی اور بحری جہاز غرض قیامت تک پیدا ہونے والے تمام اسلحہ اور آلاتِ حرب شامل ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ فوجوں کی اعلیٰ تربیت، ان کی خوراک و پوشاک، ان کا علاج ومعالجہ سب "اعداد قوت" کے اس قرآنی حکم میں داخل ہے، اور یہ ہمارا فریضہ ہے کہ اس میدان میں ہم سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہو۔

(۴) فوجوں کے علاوہ شہریوں کے لئے ضروری فوجی تربیت اور خاص طور سے شہری دفاع کی تربیت کا انتظام کرنا ضروری ہے، آج کی جنگ صرف سرحدوں تک محدود نہیں رہی، بلکہ اندرونِ ملک بھی بمبار طیاروں اور چھاتہ بردار افواج کی تگ ودو جاری رہتی ہے۔

لہٰذا شہریوں کی طرف سے اپنے اپنے علاقوں کی حفاظت بھی اس "رباط" کے حکم میں داخل ہے جس کے احادیث میں بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم مفتیٔ اعظم پاکستان نے اپنے رسالہ "جہاد" میں تحریر فرمایا ہے۔

(۵) پھر مسلمانوں کی سب سے بڑی تیاری اور سب سے بڑی ضرورت مسلمان ملکوں کا باہمی اتحاد ہے، تاکہ غیروں کے دست نگر رہنے کے بجائے وہ اپنا دفاع آپ کر سکیں۔

(۶) اس کے علاوہ ہمارا فریضہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پردازی اور گروہی تعصب پھیلانے سے مکمل گریز کریں اور اس ارشاد خداوندی پر عمل پیرا ہوں کہ:

واعتصموا بحبل الله جميعا

ولا تفرقوا۔

اور اللہ کی رسی کو اکٹھے مل کر تھام لو

اور افتراق نہ پھیلاؤ۔

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جزوی اختلافات کو نظر انداز کر کے اصول اسلام پر تمام مسلمان متفق ومتحد ہو جائیں۔

تصحیح ماہنامہ البلاغ کی اشاعت جمادی الاولیٰ ۸۸ھ کے صفحہ ۲۵ سطر ۲ پر "آپ کے سوال" کے تحت ایک عربی جملہ اس طرح درج ہو گیا ہے کہ "وَأَحْسِنْ إِلَىٰ مَنْ أَسَاءَ إِلَيْكَ" اور تو احسان کر اس کے ساتھ بھی جس نے تیرے ساتھ برائی کی" اس سے مذکورہ جملہ کے آیت قرآنی ہونے کا شبہ ہوتا ہے، حالانکہ یہ قرآن کی آیت نہیں بلکہ ایک عربی مقولہ ہے۔ اس کی جگہ مندرجہ ذیل آیتِ قرآنی لکھ لی جائے!

"ادفع بالتی ھی احسن السیئة"

برائی کو حسن سلوک سے دفع کرو

ادارہ اس سنگین فروگذاشت پر معذرت خواہ ہے ——— ادارہ

مولانا محمد اسحاق صاحب

(آزاد کشمیر)

ستمبر ۶۵ء کے جہاد آزادی میں پاکستان کی فتح کا بنیادی سبب جذبۂ ایمانی کی قوت تھی، صدر پاکستان نے اپنی سب سے پہلی نشری تقریر میں پوری قوم کو کلمہ طیبہ کا واسطہ دے کر ملکی دفاع اور سالمیت کے لئے کمربستہ ہوجانے کی دعوت دی جس پر ساری قوم نے مجموعی طور پر لبیک کہا۔ یہ جذبۂ ایمانی کی قوت ہی کا نتیجہ تھا کہ سیالکوٹ سے لیکر درہ حاجی پیر اور کرگل وغیرہ کی چوکیوں تک ہزاروں میل پر پھیلی ہوئی طویل سرحد پر جانثاران اسلام نے جانبازی کے بے مثال جوہر دکھلائے ان کے سامنے یہی چیز تھی کہ ہمیں اس جہاد کا موقع قدرت نے بخشا ہے جس کا ثمرہ اور بدلہ جنت ہے، بس اس مضبوط اور پختہ ایمان کی بدولت انھوں نے جاں بکف اپنی بہادری اور جانثاری کے جوہر دکھلائے، جس کی داستان طویل ہونے کے علاوہ زبان زد عوام و خواص بھی ہے اور یہاں اس کا تذکرہ طوالت کا باعث ہو جائے گا۔ پاکستان کی کامیابی کا دوسرا بڑا سبب اتحاد و اتفاق کی دولت میں مضمر تھا، سیاسی، سماجی، مذہبی اور نظریاتی، ہزاروں اختلافات اور مناقشات اور دیرینہ عداوتوں و چپقلشوں کے باوجود ساری پاکستانی قوم ایک جسم کی طرح متحد ہوگئی، اور وطن عزیز کے دفاع کے لئے ہمہ تن کوشاں ہوگئی، جس سے جو بن پڑا اس نے اس میں کوتاہی نہیں کی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا اتحاد بلند نصب العین اور مضبوط قیادت کے بغیر ممکن نہیں، تیسرا بڑا اور بنیادی سبب مضبوط مرکز اور اس کی پختہ قیادت تھی، کیونکہ اس کے بغیر قومی اتحاد اور یکجہتی کی ایسی مثال قائم نہیں ہوسکتی، اور اس سے بھی بڑا سبب اعلیٰ و ارفع نصب العین تھا جس کے لئے جان کی قربانی بھی سہل اور آسان ہوگئی، اور ہر مجاہد پورے ذوق و شوق کے ساتھ اپنی جان کی قربانی پیش کر رہا تھا، دراصل نصب العین کی اہمیت و عظمت اور اس کے لئے قربانی کا جذبہ ہی کسی قوم کے عروج و زوال کا محور اور بنیادی سبب ہوتا ہے۔ پاکستان کی فتح و کامرانی کا پانچواں سبب یہ بھی تھا کہ ہماری مملکت نے ظاہری وسائل جنگ جمع کرنے اور اپنی افواج کو اعلیٰ تربیت دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ یہ ٹھیک ہے کہ مومن کی اصل معین و معاون اعانت و امداد خداوندی ہوتی ہے لیکن اسلام ہمیں ترک اسباب کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ اس کے برعکس وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ عالم اسباب میں رہتے ہوئے تمہیں مادی اسباب سے لیس ہوجانا چاہئے اعتماد اور توکل تو اللہ رب العزت کی ذات بے ہمتا پر ہو لیکن اسباب بھی موجود ہوں، ارشاد ہوتا ہے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ۔ یعنی اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں تم اپنی ممکن

---

[1] یہ سوالنامہ ہم نے آزاد کشمیر کے معروف عالم دین اور آزادیٔ کشمیر کے سرگرم رہنما حضرت مولانا محمد یوسف خاں صاحب کی خدمت میں بھی ارسال کیا تھا، موصوف نے اپنی مصروفیات کی وجہ سے اس کا جواب خود لکھنے کے بجائے اپنے مدرسہ کے ناظم تعلیمات مولانا محمد اسحاق صاحب سے لکھوا کر بھیجا ہے جو ایک ہونہار اور جواں سال عالم دین ہیں اور ۶۵ء کے جہاد میں مولانا محمد یوسف صاحب کے ساتھ عملاً شریک رہے ہیں، اس لئے ان کے تاثرات مجاہدین کشمیر کے تاثرات کی بھی نمائندگی کرتے ہیں۔ مدیر

تیاری کرلو، جس کی صورتیں بدلتی رہتی ہیں، تاکہ دشمنانِ دین و اسلام پر تمہاری ہیبت طاری ہوجائے اور تمہارا رعب چھاجائے۔

(۲)

اس جہاد سے سب سے بڑا سبق پاکستان کو یہ ملا کہ ایک مسلمان ملک ہونے کی حیثیت سے پاکستان کی فوز و فلاح اور کامیابی و کامرانی کا مدار صرف مضبوط ایمان کی قوت پر ہے، اس کے وجود کی بقا بھی اسی کی رہین منت ہے اور اس کے تحفظ کی ضمانت بھی یہی ہے۔ اس سے روگردانی اور اعراض ہمیں قعر مذلت میں تو گرا سکتا ہے لیکن عزت و عظمت اور وقار و رفعت کی راہ پر گامزن نہیں کرسکتا، دوسرا بڑا سبق یہ ملا کہ حضور نبی کریمؐ کا یہ ارشاد گرامی الکفر ملۃ واحدۃ (کفر خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو کفر ہی ہے اور کفر ہی کا حامی ہوسکتا ہے) کس قدر صحیح اور مبنی بر حقیقت ہے، واقعی کافر کافر ہی کا ہمدرد اور خیر خواہ ہوسکتا ہے۔ ان میں سے کسی پر اعتماد اور بھروسہ کسی بھی صورت نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

"یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم الآیہ (بقرہ) یعنی اے ایمان والو اپنے (مسلمانوں کے) سوا کسی کو اپنا بھیدی نہ بناؤ، وہ تمہاری تکلیف میں خوش ہوتے ہیں، کیونکہ یہود و نصاریٰ اور منافقین و مشرکین میں سے کوئی بھی تمہارا حقیقی خیر خواہ نہیں، بلکہ یہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ تمہیں پاگل بنا کر نقصان پہنچائیں اور دینی و دنیاوی خرابیوں میں مبتلا کریں ان کے دلوں میں چھپی ہوئی دشمنی اور بغض تو بہت زیادہ ہے۔ لیکن بسا اوقات ان کی زبان سے بھی کچھ ایسی باتیں نکل پڑتی ہیں جو ان کی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی رہتی ہیں۔

دوسرا بڑا سبق یہ ملا کہ ہماری کامیابی کا راز صرف اسلامی اقدار کے فروغ میں مضمر ہے، اتحاد و اتفاق باہمی سے ہی ہم اپنے ملک و مذہب اور قوم و ملت کی حفاظت کرسکتے ہیں اور اختلاف و شقاق خواہ وہ کسی بھی نوعیت کا ہو ہماری جڑوں کو کھوکھلا کردینے کا ایک بڑا باعث ہے۔ چوتھا بڑا اسبق یہ ملا کہ محض مادی ترقی نہ تو آزادی کی ضامن ہے اور نہ کامرانی کی سند کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہندوستان جیسا بڑا اور جمہوری ملک جو افرادی قوت کے لحاظ سے ہم سے کہیں زیادہ آگے ہونے کے علاوہ، مادی ترقی اور اسباب و ذرائع کی کثرت کے اعتبار سے بھی کئی گنا ہم سے زیادہ تھا، پاکستان جیسے ملک سے اس طرح شکست نہ کھاتا۔

(۳)

جہاد ستمبر نے ہمیں جو سبق دیئے ہیں ان میں سے ہماری زندگی میں جزوی اور وقتی تبدیلی ضرور ہوئی لیکن افسوس کہ وہ پائیدار انقلاب نہ ثابت ہوسکی، اور وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اثرات بھی مٹتے چلے جارہے ہیں جو بلاشبہ مکمل تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے، عریانی، فحاشی، اخلاق باختگی، بے راہ روی، دین سے بیگانگی اور برگشتگی کے ان جرائم کو اگر بروقت نہ کچلا گیا تو کوئی بعید نہیں کہ ہم سب من حیث المجموع عذاب عام کا لقمہ بن جائیں جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ" یعنی اس فتنہ، غلطی اور عذاب عام سے بچو جو صرف ظالموں کو ہی ہلاک و تباہ نہیں کرے گا۔ بلکہ تم سب کو اپنی عمومی لپیٹ میں لے لیگا اور اس طرح گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائیں گے، عرب اسرائیل کی حالیہ جنگ اور تصادم سے ہماری آنکھیں کھل جانا چاہئیں اور اپنی روش میں تبدیلی لانا چاہئے۔ ورنہ ع "تماشہ خود نہ بن جانا تماشہ دیکھنے والو" کے مصداق کوئی بعید نہیں کہ ہمارا حشر بھی وہی ہو جو ان کا ہوا ہے "ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید" بیشک اس میں سامان فکر ہے دل والوں کیلئے اور دل کے کانوں سے سننے والوں کے لئے۔ خداوند قدوس ہم سب کا حامی و ناصر ہو، ملت مسلمہ کو اپنے بھولے ہوئے راستہ پر

دوبارہ گامزن ہونے کی توفیق بخشے، اور صراط مستقیم پر چل کر ..... اپنا کھویا ہوا مقام اور عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کا دوبارہ موقع عنایت فرمائے۔ آمین۔

(۴)

حق و باطل کا یہ معرکہ تو ازل سے ابد تک ہمیشہ رہے گا، نہ پہلے کبھی ختم ہوا ہے اور نہ ہی اب مٹ سکتا ہے ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز "چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی"

اس لئے ہم کو اپنی حفاظت کے لئے سب سے پہلے اسلامیت کے مقدس رشتہ کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا چاہئے قوم کے اندر جذبۂ جہاد کو اور زیادہ پختہ کرنا چاہیے، اخبارات وریڈیو وغیرہ قومی سطح پر اس کے لئے انتظامات کریں۔ دوسرے "واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل الآية" کے پیش نظر ہر قسم کے جدید اسلحہ اور نئے کیل کانٹے سے پوری طرح لیس ہو کر تیار رہنے کی بھرپور کوشش کرنا چاہئے اس میں سائنس اور ٹیکنیکل میدان میں آگے بڑھنے کی اہمیت کا اندازہ خود لگایا جا سکتا ہے، تیسرے ہمیں خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سیکھنا چاہئے۔ چوتھے ہمیں ایک واضح اور بلند نصب العین متعین کر کے ساری قوم کو اس سے مطلع کرنا چاہیے اور اس کی اہمیت و عظمت کو ان کے دلوں میں بٹھانا چاہئے۔ پانچویں ہمیں حق و صداقت پر مبنی اپنی آواز دور دور تک کے لوگوں کے کانوں میں پہنچانی چاہئے۔ ہمارے پبلسٹی اور تشہیر کے سارے ذرائع مثلاً اخبارات، رسائل و جرائد اور ریڈیو وغیرہ مؤثر و دلنشین انداز میں اپنے نصب العین کو دوسروں تک پہنچائیں تاکہ ہمارے حامیوں کی تعداد بڑھے اور ہماری آواز کو تقویت ہو، چھٹے ہمیں اندرونی خلفشار اور داخلی انتشار کو یکسر ختم کر کے ایک ہو جانا چاہئے اور قوم کو من حیث المجموع اس کی ضرورت کا احساس دلانا چاہئے۔ ساتویں ہمیں یہ بات ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے کہ محض مادی قوت ہمیں شوکت و غلبہ عطا نہیں کر سکتی، جبتک اسے اسلامیت، ایمان اور روحانیت سے تقویت نہ پہنچائی جائے۔ کیونکہ محض مادیت میں دوسرے ملک، بالخصوص بھارت جیسا عیار، مکار اور دشمن ہماری نسبت کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہے، اس لئے صرف مادی قوت سے اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ آٹھویں ہمیں یہ خیال ذہن سے دور کر دینا چاہئے کہ محاذ صرف جنگ بندی لائن ہے، اور مجاہد و غازی صرف وہ جانباز ہیں جو مورچوں پر پہرہ دے رہے ہیں بلکہ ہمیں یہ یقین کر لینا چاہئے کہ ہمارے ملک کا چپہ چپہ محاذ ہے اور ملک کا بچہ بچہ فوجی اور سپاہی ہے؛ اور اس کے لئے ہمیں قومی سطح پر اپنے عوام کو جہاد کے لئے تربیت دینے کے انتظامات کرنے چاہئیں اور ایک مسلمان ملک اور مسلمان قوم ہونے کی حیثیت سے ہماری یہ ساری کارگذاریاں ان خطوط پر ہونا چاہئیں جنھیں اسلام نے ہمارے لئے متعین کیا ہے، کیونکہ اسلام نے ہر موڑ اور ہر اسٹیج پر ہمارے لئے واضح اور عملی پروگرام پیش کیا ہے۔

(۵)

جہاد آزادی ۱۹۴۸ء میں علماء کے کارناموں پر مفصل کتاب لکھنے کی ضرورت ہے جس میں یہ ساری تفصیل ضبط کی جا سکے ان مختصر کالموں میں ما لا يدرك كله لا يترك كله (جس کا کل حاصل نہ ہو سکے اس کا کل چھوڑا بھی نہیں جا سکتا) کے اصول پر چند اشارے ہی کئے جا سکتے ہیں، کم از کم آزاد کشمیر کے بارے میں تو میں جانتا ہوں کہ ۱۹۴۸ء کے جہاد میں یہاں کے علماء نے اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے مسلمانوں کے اندر جذبۂ جہاد کی روح پھونکنے کے علاوہ عملی طور پر بھی اس میں نمایاں اور قابل تقلید کردار انجام دیا۔ درہ حاجی پیر، چانڈیکری، چڑی کوٹ، بیلا چنیر اور احاڑہ ڈھلی وغیرہ کے ان دور دراز اور فلک بوس محاذوں پر

اسلحہ اور دیگر سامان پہنچاتا جہاں خالی ہاتھ بھی کسی کا جانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں، بتحصیل سدھنوتی، باغ، راولاکوٹ اور حویلی کے جیالے فرزندوں کا کام تھا جن کی قیادت علماء کرام نے ہی انجام دی، یہ ہیں مولانا محمد یوسف خانصاحب دامت برکاتہم جو آزاد کشمیر کے عوام وخواص اور علماء فضلاء میں ایک مرکزی مقام رکھتے ہیں، اور مرکزی دار العلوم تعلیم القرآن پلندری کے مہتمم بھی ہیں، سیکڑوں بلکہ ہزاروں کے جتھوں کو تیار کرکے محاذ کی طرف روانہ کر رہے ہیں اور اپنی پیرانہ سالی اور نقاہت کے باوجود بنفس نفیس رضاکاروں کی ایک بھاری جمعیت کی قیادت کرتے ہوئے محاذ کی طرف بڑھ رہے ہیں، اسی بھیڑ میں خود راقم الحروف بھی موجود ہے، اور اپنے ان کندھوں پر جو معمولی بوجھ اٹھانے کے بھی عادی نہیں تھے ایمونیشن کی ایک بھاری بھرکم پیٹی اٹھائے بیلہ چنیر کی ٹیکری کی طرف سسکتا، رینگتا، مٹیالے رنگ کے کپڑے پہنے چلا جا رہا ہے، پھگوائی کے خالی مقام پر جہاں جنگل نہ ہونے کے باعث دشمن کی نگاہیں سامنے پڑ رہی تھیں اور رات ہی کو توپ وغیرہ کے ٹنوں وزنی گولوں کی بے رحمانہ بارش سے اس مظلوم اور معصوم زمین کو تہس نہس کر رکھا تھا، اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے سامان کو چھپاتے ہوئے گزر رہے ہیں۔ بیلا چنیر کی فلک بوس ٹیکری کی سیدھی کھڑی چڑھائی ہما ہما جھما جھم چلچلاتی دھوپ، بہتے پسینے میں ہزاروں مسرتوں کے جلو میں عبور کر رہا ہے؛ درآنحالیکہ اس میں جوانوں کے علاوہ بوڑھے اور بچے بھی ایک اچھی خاصی تعداد میں شامل ہیں اور یہ ہیں مدرسہ اشاعت العلوم منگ کے جواں سال مہتمم مولانا محمد یٰسین خاں صاحب جو ایک بڑے جتھے کی قیادت کرتے ہوئے چڑیکوٹ کے محاذ پر اسلحہ لے جا رہے ہیں، اور وہ باندی عباسپور سے کچھ فاصلہ پر ادھر دشمن کی توپوں نے ان پر آگ برسانا شروع کر دی ہے اور یہ سب لوگ اپنی کیموفلاج کی ہوئی گاڑیوں سے فوراً اتر کر دائیں بائیں دفاع کر رہے ہیں اور وہ ہیں مدرسہ قاسم العلوم باغ کے جواں ہمت مہتمم مولانا امیر الزمانصاحب جو اپنی للّٰہیت، جواں ہمتی اور بے پناہ خلوص کے باعث اپنی نظیر نہیں رکھتے، باغ وغیرہ علاقوں کی قیادت سنبھالے ہوئے محاذ کی طرف رواں دواں اور سب سے پیش پیش ہیں، اور یہ ہیں آزاد حکومت کے سابق مفتی مولانا عبد الحمید قاسمی جو اپنی سحر بیانی سے عوام وخواص میں ایک برقی رو پیدا کرنے کے لئے شعلہ جوالہ بنے ہوئے ہیں اپنے بچے اور عزیز واقارب دشمنوں کی گولہ باری کی زد میں ہیں اور عیار و بے رحم دشمن ان کے گاؤں کے بالکل قریب پہنچ چکے ہیں لیکن یہ پھر بھی اپنے فرائض سے اغماض اور چشم پوشی روا نہیں رکھتے، علیٰ ہذا القیاس سب ہی علماء اپنے قول وفعل، گفتار ورفتار اور عمل وکردار سے مصروف جہاد ہیں۔ ادھر پاکستان کے علماء ملک بھر میں اپنے مظلوم کشمیری بھائیوں کی امداد کے لئے سیماب کی طرح مضطرب وبے چین اور سرگرم عمل ہیں، لٹے پٹے اور اجڑے ہوئے کشمیریوں کی مالی امداد کے لئے انھوں نے ملک گیر مہم شروع کر رکھی ہے اور دھڑا دھڑ سامان لے کر آزاد کشمیر پہنچ رہے ہیں اور وہ ہیں مولانا غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر رفقاء کار جو آزاد حکومت کے دار الخلافہ مظفر آباد سے لیکر پونچھ ومیرپور اضلاع کے دور دراز کے علاقوں کا دورہ کرتے، تباہ حال مہاجرین کے مسائل خود سنتے ان کی حوصلہ افزائی کرتے، اپنے ہاتھوں سے کپڑے اور دیگر سامان تقسیم کر رہے ہیں، اور یہ جمعیۃ علماء اسلام اور جماعت اسلامی پاکستان کے لدے ہوئے ٹرک مہاجرین ومجاہدین کی امداد کے لئے دھڑا دھڑ پہنچ رہے ہیں اور مختلف کیمپوں میں سامان تقسیم کیا جا رہا ہے، جگہ جگہ جلسوں جلوسوں میں تقریریں کرنا، ریڈیو وغیرہ پر نشری تقاریر، اخبارات ورسائل میں جہاد پر مضامین شائع کرنا اور شب وروز کی نمازوں میں مسلمانوں کی امداد کے لئے دعائیں کرنا، قنوت نازلہ پڑھنا وغیرہ تو حضرات علماء کا روز کا مشغلہ تھا اور پھر مجاہدین میں ...... قرآن مجید اور اسلامی کتب تقسیم کرنے کا بھی ان حضرات نے انتظام کیا۔ شکر اللہ مساعیہم وکثر سوادہم

(بقیہ ص ۵۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

جن دوسرے حضرات علماء کے جوابات دیکھنے کا مجھے موقعہ ملا ہے، ان میں پہلے تین سوالات کا جواب تو نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ آچکا ہے، اب ان کا تذکرہ محض تکرار ہی ہوگا، اس لئے میں صرف آخری دو سوالات کا مختصر جواب عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۴)

قرآن کریم ہماری زندگی کے ہر شعبے کے لئے مکمل ہدایت ہے، اسی نے ہمیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ ہماری جہاد کی تیاریاں کس نہج پر ہونی چاہئیں۔ قرآن کریم کی مختلف آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی تیاریاں دو قسم کی ہیں۔ اخلاقی اور مادی۔ ایک طرف قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:

وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

اور تم ہی سربلند ہوگے، اگر تم مؤمن ہو"

اس آیت نے یہ بتا دیا ہے کہ ہماری سربلندی کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ ہم میں وہ تمام صفات پائی جائیں جو ایک "مؤمن" میں ہونی ضروری ہیں، دوسری طرف قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے کہ:

وَاَعِدّوا لَهُمْ مَا استطعتم من قوة

"اور تم ان دشمنوں کے لئے جتنی قوت تیار کر سکتے ہو، تیار کرو"

اس آیت نے ہمارے ذمہ یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ جہاد کے لئے جس مادی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے، اسے جمع کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کریں، اس سے مادی تیاریوں کی طرف اشارہ ہے۔

قرآن کریم کے بیان کردہ اس اصول کی روشنی میں ہمارے ذمہ یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اخلاقی طور پر بھی تیاری کریں اور مادی طور پر بھی۔ اخلاقی طور پر ہماری تیاریاں مندرجہ ذیل ہونی چاہئیں:

(۱) صحیح معنی میں مسلمان بنیں، اور اپنی زندگی کو اللہ کی مرضی کے مطابق بنائیں۔

(۲) سادہ طرز معاشرت کو اختیار کریں، اور تکلفات کی فضول خرچیوں سے مکمل اجتناب کر کے جفاکشی اور محنت کی عادت ڈالیں، یوں تو یہ ذمہ داری ہر ہر فرد پر عائد ہوتی ہے، اور ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دوسروں کے طرز عمل سے متاثر ہونے کے بجائے خود اپنے طرز زندگی میں سادگی اور جفاکشی اختیار کرے، لیکن خاص طور سے یہ فریضہ امراء، اعلیٰ حکام اور دولت مند افراد پر عائد ہوتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں پہل کریں، اگر ان طبقوں نے سادگی کو اپنا لیا تو پوری قوم میں یہ

شعور نہایت تیزی کے ساتھ پھیل سکتا ہے۔

(۳) ان تمام مشاغل کو ترک کریں جو غفلت، قومی بے حسی اور عیش پرستی پیدا کرتے ہیں، مثلاً رقص و موسیقی، شراب نوشی وغیرہ۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ چیزیں ہمیشہ قوموں کے زوال کی علامت ہوا کرتی ہیں، عیش وعشرت میں منہمک ہونے کے بعد کوئی قوم اپنی عزت و آبرو کی حفاظت نہیں کرسکتی۔

(۴) جہاد کا جو جذبہ اور شہادت کا جو شوق ستمبر ۱۹۶۵ء کے جہاد کی بدولت قوم میں پیدا ہوا ہے اُسے نہ صرف برقرار رکھنے بلکہ روز افزوں کرنے کی پوری کوشش کریں۔

(۵) نظم و ضبط اور اتحاد کو اپنی زندگی کی اہم ترین ضرورت قرار دے کر ہر قیمت پر اسے باقی رکھنے کی کوشش کریں اختلاف رائے کی حدود کو پہچان کر اسے باہمی نزاع و جدال، خانہ جنگی اور شقاق و نفاق کا ذریعہ نہ بنائیں۔

(۶) اجتماعی بہبود پر اپنی انفرادی اغراض کو قربان کرنے کی روح پیدا کریں۔ یہ تمام باتیں ہماری اجتماعی زندگی کیلئے اتنی ہی ضروری ہیں جتنی جینے کے لئے ہوا اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ مادی طور پر مندرجہ ذیل تیاریاں ہمارے ذمہ لازم ہیں۔

(۱) اپنے قومی امتیازات اور دینی روایات کو مضبوطی کے ساتھ تھام کر صنعت و حرفت کے میدان میں آگے بڑھنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور تمام ضروریات زندگی میں عموماً اور وسائل حرب میں خصوصاً خود کفیل ہونے کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کردیں۔

(۲) زیادہ سے زیادہ افراد ضروری فوجی تربیت حاصل کریں، اور خاص طور پر تمام تعلیمی اداروں میں کم از کم اتنی عسکری تربیت لازمی کردی جائے جو طلباء کو بوقتِ ضرورت معمولی ہتھیاروں کے استعمال کے قابل بناسکے، یہ درست ہے کہ موجودہ زمانے کا طریق جنگ بہت پیچیدہ ہے، اس کی تربیت مستقل وقت چاہتی ہے اور معمولی تربیت یافتہ افراد محاذ جنگ پر لڑنے کے قابل نہیں ہوتے، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج کی جنگ میں بھی بہت سے مرحلے ایسے آجاتے ہیں جہاں جدید ترین ہتھیاروں سے زیادہ افراد کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر وہ افراد فوجی نظم و ضبط کے عادی اور ضروری تربیت یافتہ نہ ہوں تو ان سے کام نہیں لیا جاسکتا، اس لئے آج بھی رضا کاروں کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔

(۳) شہری دفاع کی تنظیم کو موثر اور مستحکم بنائیں، اور اس کی تربیت کو اتنا عام کریں کہ کوئی شہری اس سے مستثنیٰ نہ رہے، فی الوقت یہ تنظیم بہت سست اور ڈھیلی ڈھالی ہے، اس کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

یہ تمام مادی اور اخلاقی تیاریاں وہ ہیں جن میں کوتاہی کرنے سے صرف ہمارا دفاع ہی کمزور نہ ہوگا بلکہ اس کوتاہی پر ہم عند اللہ مجرم اور آخرت میں ماخوذ ہوں گے۔

(۵)

کوئی عالم ہو یا غیر عالم، اگر جہاد شروع ہونے کے بعد اسے براہ راست جہاد میں شرکت کا موقعہ ملتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ براہ راست جہاد میں شریک ہو، چنانچہ بحمد اللہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے ستمبر ۱۹۶۵ء کے جہاد میں براہ راست بھی شرکت کی تھی اور اگر اس کا موقعہ یا ضرورت نہ ہو تو پھر ہر شخص کو وہ کام کرنا چاہئے جو اس کے مناسب ہو اور جسے وہ بہتر طریقے سے انجام دے سکے، ——— ایسے موقعہ پر علماء کا کام یہ ہے کہ وہ عوام کے حوصلے برقرار رکھنے اور ان میں نظم و ضبط اور اتحاد پیدا کرنے کیلئے

ان میں جہاد کی روح پیدا کریں، بحمداللہ ستمبر ۶۵ء کے جہاد میں علماء نے یہ فریضہ بڑی خوبی سے انجام دیا، اس زمانے میں علماء کی تحریر و تقریر کا ایک ہی موضوع تھا، جہاد! اس وقت عوام کے اندر جہاد کا جو بے پناہ شوق اور دشمن کے مقابلے میں یک جان ہو کر ملک کا دفاع کرنے کا جو حیرت انگیز جذبہ پیدا ہوا، اسمیں علماء کی کوششوں کا بھی بڑا حصہ تھا۔

اس کے علاوہ دینی مدارس کے طلباء و اساتذہ اور مساجد کے ائمہ و خطباء کو چاہیئے کہ وہ کم از کم شہری دفاع کی تربیت ضرور حاصل کریں اور جہاد کے موقعہ پر اس تنظیم کے ساتھ منسلک ہو کر اسے کامیاب بنانے کی پوری کوشش کریں، مجھے امید ہے کہ علماء کی شمولیت سے یہ تنظیم زیادہ مؤثر اور مستحکم ہو سکے گی۔

ہم نے دارالعلوم میں جہاد سے پہلے ہی اپنے اساتذہ اور طلباء کو شہری دفاع کی ضروری تربیت دلوا رکھی تھی چنانچہ جہاد کے دنوں میں ہمارے طلباء و اساتذہ نے اس تنظیم میں باقاعدہ شامل ہو کر اپنے علاقے میں اسے کامیاب بنایا اور چونکہ جہاد کے دنوں میں شہری دفاع کی تربیت دینے والے اساتذہ بے حد مشغول تھے اس لئے ہمارے اساتذہ نے آس پاس کی آبادی کو بھی اور غیر رسمی طور پر شہری دفاع کی تربیت بھی دی جس سے نظم و ضبط برقرار رکھنے میں بڑی مدد ملی۔

دلچسپ و مشہور مولانا محمد یوسف صاحب کا مضمون اور یہ ہیں آزاد حکومت کے مفتی اور جلیل القدر عالم دین مولانا امیر عالم خاں صاحب جو اپنی دینی خدمات اور پیرانہ سالی کے سبب یہاں کے علماء میں یادگار اسلاف کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں اپنی عمر کے اس دور اور نقاہت کے اس عالم میں بھی جہاد کی سرگرمیوں میں پیش پیش ہیں اور یہ ہیں آزاد کشمیر کی جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی امیر شیر لونجو مولانا عبدالعزیز صاحب تھوراڑوی جو صاحب محراب و منبر ہونے کے علاوہ ایک آزمودہ کار قومی رہنما اور دلیر شجاع سپہ سالار ہیں، ۱۹۴۷ء کی طرح اس دفعہ بھی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان کارزار میں شجاعت اور بسالت کے نقوش ثبت کر رہے ہیں۔ غرضیکہ کس کس کا نام لیا جائے۔ یہ بھی نوجوان فاضل مولانا محمد حیات خاں جو رسالہ جہاد الاسلام کے مہتمم ہونے کے علاوہ اپنی یونین کونسل کے ایک معزز رکن بھی ہیں، ایک نحیف و ناتواں جسم کے مالک ہونے کے باوصف اپنے رفقاء کار کے شانہ بشانہ مصروف کار ہیں۔

شاہیں کا جہاں اور

فوجی مبصرین ایک بات خاص طور پر یہ نوٹ کرتے ہیں کہ بھارتیوں نے ابتدائی دور میں اپنی بری فوجوں کی امداد کے لئے فضائی طاقت کا کوئی مؤثر استعمال نہ کیا، اس کے برعکس پاکستانیوں کی یہ کیفیت ہے کہ انہوں نے بالکل صحیح وقت کا اندازہ کر کے انبالہ کے ہوائی اڈے پر چھاپا مارا اور کم و بیش پچیس بھارتی طیاروں کو تہس نہس کر دیا۔ یہ طیارے ابھی ابھی اترے تھے اور اس کیفیت میں کھڑے تھے کہ ان میں تیل ختم تھا اور وہ اپنے آپ کو بچانے کے لئے بھاگ بھی نہ سکتے تھے (اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پی. اے. ایف نے اس حملہ کے دوران کسی بھارتی طیارے کو تباہ کرنے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رات کی بمباری کی وجہ سے ان کے پاس دشمن کے نقصان کا کوئی ناقابل تردید ثبوت موجود نہ تھا)

ہفتہ ختم ہونے کے بعد صورت یہ تھی کہ پاکستانیوں نے اپنے آپ کو محض سنبھال ہی نہیں لیا بلکہ وہ دشمن کا گلا بھی دبوچنے لگے۔

(السورتھ جی مارٹن جنرل ایڈیٹر "نیوز دیک" امریکہ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء)

ہم نے شعرائے کرام سے درخواست کی تھی کہ وہ اس
موضوع پر نظم میں اظہار خیال فرمائیں کہ ع

مندرجہ ذیل حضرات نے جواب میں اپنے
تازہ نتائج فکر ہمیں ارسال فرمائے

جناب رئیس امروہوی ——— جناب حفیظ جالندھری
جناب عبدالعزیز خالد ——— جناب ذکی کیفی
جناب تابش دہلوی ——— جناب شاعر لکھنوی

جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری

البلاغ کے استفسار کا جواب

میرا خیال ہے۔ جو صورت حال ہے میں نے اس نظم میں بیان کر دی ہے۔ خطرہ عظیم ہے۔ لیکن جنگ کے وقت جو اتحاد تھا آج پارا پارا ہو چکا ہے اور ہر فرد نفسی نفسی میں مبتلا ہے، حالانکہ اگر ہم سب نے اخوت پر عمل نہ کیا تو ہٹ۔ یہ قوم نہ مقتدروں کو چھوڑے گی اور نہ غیر مقتدروں کو اور نہ خواہان اقتدار کو۔ اتحاد اور ایک قائد کے جھنڈے کے نیچے بین المسلمین اتحاد کی سخت ضرورت ہے

میرے بزرگ چوہان راجپوت راجپوت رانا پرتھوی راج کی اولاد تھے۔ ہم الخطاط کے دورِ فرخ سیر میں مسلمان ہوئے پورا قبیلہ چودھیور سے نکالا گیا۔ میرے بائیس مسلم راجپوت سلطان ابدالی کے ساتھ جا کر پانی پت میں شہید ہوئے۔ یہ میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ مسلمان ہو جانے کے بعد میرے دادا کے دادا نے ایک تحریر فارسی میں چھوڑی تھی کہ یہ قوم جن کے دھرم سے میں اسلام کی طرف آیا ہوں انتہائی کمینہ ہے، یہ زور آور کے سامنے جھکتے اور اس کی پوجا کرتے ہیں، کمزور کو ذہنی اور جسمانی ہر طرح سے کھا جاتے ہیں

حفیظ

حدِ پاکستان سے اُس پار ہے اک سرزمین
وہ زمیں پھر آج ذکر و فکر کی محتاج ہے
اس زمیں سے اُٹھ چکا ہے سایۂ فضلِ خدا
دیوتاؤں کا تسلط دیویوں کا راج ہے
حدِ پاکستان سے اس پار دیوی دیوتا
پُر غضب ہیں ایک نادیدہ خدا کے نام سے
آدمیت ہے مزاجِ دیوتائی کے خلاف
انتہائی بغض ہے اصنام کو اسلام سے
حدِ پاکستان سے اس پار لفظاً آدمی
طنز کی صورت میں ہے ہر اہلِ ایماں کیلئے
جس زمیں پر دیوتا ہی دیوتا آباد ہوں
کون گنجائش ہے پھر اس میں مسلماں کیلئے
دیوتائی ہے شکستِ جنگ کے بعد اژدہا
اس پہ تو تر سرزمیں سے آسماں بھی دنگ ہے

چار سُو بکھری پڑی ہیں آدمی کی ہڈیاں
ذرّہ ذرّہ آدمی کے خون سے گلرنگ ہے

حدِّ پاکستان سے اُس پار حق زندگی
از روئے قانون دیوی دیوتاؤں ہی کو ہے

ایک نادیدہ خدا ہے بھی، تو ہوگا عرش پر
اختیارِ فرشِ ہستی کے خداؤں ہی کو ہے

حدِّ پاکستان سے اُس پار پھر بعدِ شکست
آدمی کا خون پینا دیوتائی دھرم ہے

ہو رہا ہے سرد بھارت میں مسلماں کا لہو
کالی دیوی کے مگر غصّے کی بھٹّی گرم ہے

اے مسلمانانِ پاکستان تم ہو مطمئن
اے میرے پیارے عوام النّاس اے میر و فقیر

تم سمجھتے ہو کہ دیوی دیوتا اُس پار ہیں
یعنی ان کی راہ میں ہے تاشقندی اک لکیر

دستِ امریکی سے یہ کھینچی ہوئی خونین لکیر
تھی فقط کشمیر کا فتنہ جگانے کے لئے

حیدر آباد اور جوناگڈھ کی بربادی کے بعد
دیوتاؤں کو خدا کے گھر میں لانے کیلئے

اے عوام النّاس پاکستان تم ہو آدمی
آدمیّت کے مگر دشمن ہیں دیوی دیوتا

آدمیّت ہمّت و مردانگی کا نام ہے
متحد ہو جاؤ زیرِ پرچمِ مردِ خدا

اے مسلمانانِ پاکستان تیاری کرو
مِن رّبَاطِ الخَیلِ[1] ہی ارشاد ہے قرآن کا

کیا خبر کب دیوتا ملکِ خدا کا رُخ کریں
اُہرمن سے آپڑے پھر معرکہ یزدان کا

---

[1] آیتِ قرآنی "وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا استَطَعتُم مِّن قُوَّةٍ وَّمِن رِّبَاطِ الخَیلِ" کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا ترجمہ ہے "اور ان (کافروں) کے لئے جتنی تم میں استطاعت ہو، قوت اور گھوڑے کی چھاؤنیاں تیار کرو۔"

جہادِ ستمبر کا پیغام یہ ہے

جناب شاعر لکھنوی

خدا کے نام پہ تلوار جو اٹھاتے ہیں
خودی کی مانگ میں افشاں وہی سجاتے ہیں
رضائے قادرِ مطلق کے جو پجاری ہیں
قلیل ہو کے بھی وہ سینکڑوں پہ بھاری ہیں
جو مسکرا کے اجل سے قریب ہوتے ہیں
رہِ جہاد میں وہ خوش نصیب ہوتے ہیں
اُسی کے فرق پہ مغرور تاج شاہی ہے
وطن کے کام جو آئے وہی سپاہی ہے
لہو کی موج سے جو سینچتے ہیں خاکِ چمن
انہی کا نام ہے عنوانِ آبروئے وطن
جو اپنے سر سے کفن باندھ کر نکلتے ہیں
قدم قدم پہ وہی موت کو کچلتے ہیں

شہادتوں کے جو ہر ہر قدم پہ طالب ہیں
خدا گواہ وہی دشمنوں پہ غالب ہیں
رضائے حق سے جو رشتے کو جوڑ لیتے ہیں
وہ ایک ضرب سے باطل کو توڑ دیتے ہیں
جو اپنے پالنے والے کا نام رٹتے ہیں
وہی وغا میں صفیں کی صفیں الٹتے ہیں
انہی کے سامنے جھکتی ہے حادثوں کی جبیں
ہے سر ہتھیلی پہ جن کا، اُنہی کی فتح مبیں
اجل سے آنکھ ملانے کی جن کو جرأت ہے
انہی کے قلب میں ایمان کی حرارت ہے
جو سرفروش ہیں وہ سرفراز ہوتے ہیں
نگاہِ دہر میں تاریخ ساز ہوتے ہیں

یقین و عزم و اخوت سے زندہ ہے اسلام
ہے اس جہادِ ستمبر کا بس یہی پیغام

بہ لہجۂ غزل سرایاں

(جناب رئیس امروہی)

(۱)

نائے دہر بہت. تنگ ہے فغاں کیلئے
سحر کو پکارو نئی اذاں کے لئے

جو غازیوں کی تگ و تاز سے بلند ہوئی
وہ خاک سرمۂ عظمت ہے آسماں کیلئے

ایک لمحہ - حیات دوام کا مژدہ
ید معرکۂ عشق جاوداں کے لئے

بہار غنچہ و گل سے فریب کیوں کھائیں
ہمارا خون ہے تزئین گلستاں کے لئے

اہدوں کو دیا جبرئیل نے یہ پیام
باس جسم ضروری نہیں ہے جاں کے لئے

ہم امتحان قضا سے کبھی نہیں ڈرتے
ہمیں قضا نے بنایا ہے امتحاں کے لئے

رئیس کب سے نگاہ جہاں ہے چشم براہ
کسی سپاہ ظفرمند و کامراں کیلئے

(۲)

حسن شفق و رنگ حنا اور ہی کچھ ہے
اور سرخیٔ خون شہدا اور ہی کچھ ہے

اس بار نہیں بیم خزاں لشکر گل کو
اس بار گلستاں کی ہوا اور ہی کچھ ہے

صوفی کی مناجات فلک گیر ہے لیکن
مردان مجاہد کی دعا اور ہی کچھ ہے

ہنگامۂ ہستی بھی عجب چیز ہے لیکن
ہنگامۂ میدانِ وغا اور ہی کچھ ہے

جینا ہی نہیں کشمکش زیست کا مقصود
ذوق اجل و جہد بقا اور ہی کچھ ہے

اے سجدہ گزار حرم عظمت و اجلال
سجدہ۔ تہ شمشیر قضا اور ہی کچھ ہے

اس بار ہیں کچھ اور دل و جاں کے ارادے
اس بار۔ رئیس اپنی نوا۔ اور ہی کچھ ہے

جناب۔ عبدالعزیز خالد

حریفِ قلم

مکرمی! السلام علیکم

مزاج گرامی؟ حسب ارشاد چند رباعیاں حاضر ہیں۔ خالد

(۱)

گاتی ہے رگِ گلو: تنانا یاھو
سرچشمۂ حیواں ہے شہیدوں کا لہو
الحکارون انتم لا الفرارون
کونوا قومًا صیح بھم فانتہوا

(۲)

ہرچند مخالف ہو زمانہ سارا
دل دھڑکے نہ اندیشۂ جاں سے اس کا
مومن ہے پہاڑ سے زیادہ مضبوط
کالبنیانِ یشدُّ بعضُہٗ بعضًا

(۳)

قائم کو نہ پہنچے مرتبہ قاعد کا
جتنی تگ و دو، اتنی ہی توقیر و ثنا
رہتے ہیں رہِ خدا میں جو پا بہ رکاب
اولٰئک کانَ سَعیُھُم مشکورًا

(۴)

دشمن کا تعاقب کرو ہر گہ، ہر سُو
مردود ہیں أینما ثُقِفُوا اُخِذوا
بے یار و مددگار نہ سمجھو خود کو
مَن کانَ لِلّٰہ کانَ اللہُ لہٗ

(۵)

آیا ہے سپہرِ ہفتمیں سے یہ پیام
ہر عظمتِ آدم ہے خدا کا انعام
مَا النَّصرُ اِلَّا مِن عِندِ اللہ
کافر ہے جو اس بات میں کرتا ہے کلام

(۶)

کیوں شوکتِ کفر سے ہو ایماں مرعوب
مثلِ مہِ نخشب ہے فروغِ "مغضوب"
قُل جَاءَ الحقُّ وَزَھَقَ البَاطِلُ
ہو ربِ عزیز کا مغالب مغلوب

(۷)

مقدس میں لنڈھاتے ہیں مئے ناب کے خُم
ہے نعرہ زناں روحِ زمانہ: قُم قُم!
ہاں! لا تھنوا فِی ابتغاءِ القوم
اسلامیو! اِنفِروا اِذَا استُنفِرتُم

قطعات

جہادِ ستمبر کا پیغام

جناب زکی کیفی

جو بھی تاریخ کے اوراق اُلٹ کر دیکھے
اس کے کانوں میں یہی ان کا پیام آئے گا
ہر کڑے وقت میں اسلام ہی کام آیا ہے
ہر کڑے وقت میں اسلام ہی کام آئے گا

رگوں میں جنکی حرارت ہو سوزِ ایماں کی
وہ ظلم و کفر کی یورش سے ڈر نہیں سکتے
اگر دلوں میں ہو توحید کی علمداری
تو نسل و رنگ کے فتنے اُبھر نہیں سکتے

اگر مقامِ شرف کی ہو جستجو تم کو
تو ظلم و کفر سے ہر رشتہ توڑنا ہوگا
خود اعتماد و خود آگاہ و خود نگر بنکر
خدا سے اپنا تعلق بھی جوڑنا ہوگا

جناب رئیس امروہوی

قلبِ مومن کے لئے ہر صبحِ تازہ کی نوید
پاسِ حق، ذکرِ خدا، جہدِ یقین و اعتقاد
مردِ غازی کے لئے جنگِ ستمبر کا پیام
الجہاد و الجہاد و الجہاد و الجہاد

۶ ستمبر کے سپاہیوں کے نام

جناب تابش دہلوی

تم محاذِ جنگ پر تنہا نہیں، ساتھ ہیں لاکھوں دعائیں ساتھ ہیں!

پھول سے ہنستے ہوئے بچوں کے ہاتھ
لوریاں دیتی ہوئی ماؤں کے ہاتھ
اور لرزتے کانپتے بوڑھوں کے ہاتھ
آسماں کی سمت ہیں اُٹھے ہوئے

تم محاذِ جنگ پر تنہا نہیں، ساتھ ہیں لاکھوں دعائیں ساتھ ہیں!

اے دلیر و اے جوانانِ وطن
اے حُرو، اے پاسبانانِ وطن
اے سراپا جانِ جانانِ وطن
تم کہ سیلِ کفر ہو روکے ہوئے!

تم محاذِ جنگ پر تنہا نہیں، ساتھ ہیں لاکھوں دعائیں ساتھ ہیں

زندگی کی یہ اُمنگیں تم سے ہیں
یہ امنگیں یہ ترنگیں تم سے ہیں
حق و باطل کی یہ جنگیں تم سے ہیں
حوصلے دشمن کے ہیں ٹوٹے ہوئے

تم محاذِ جنگ پر تنہا نہیں، ساتھ ہیں لاکھوں دعائیں ساتھ ہیں!

یہ جہانِ رنگ، یہ ارضِ جناں
یہ زمینِ حُسن، یہ خاکِ جواں
یہ دیارِ پاک یہ دارالاماں
زرنگار و زرفشاں تم سے ہوئے!

تم محاذِ جنگ پر تنہا نہیں، ساتھ ہیں لاکھوں دعائیں ساتھ ہیں!

یہ دعائیں مژدۂ فتح و ظفر
یہ دعائیں کامرانی کی خبر
سب نے دیکھا ان دعاؤں کا اثر
وقت کے طوفان ہیں سہمے ہوئے

تم محاذِ جنگ پر تنہا نہیں، ساتھ ہیں لاکھوں دعائیں ساتھ ہیں

تراشے

مولانا محمد رفیع عثمانی
استاذ حدیث دار العلوم کراچی

گاہے گاہے باز خواں ....

۱۹۶۵ء کے جہاد کے زمانے کے کچھ اخبارات سامنے آگئے، ان میں سے کچھ متفرق واقعات کسی ترتیب کے بغیر پیشِ خدمت ہیں، انھیں پڑھئے اور ان جانبازوں کو دعائیں دیجئے جنھوں نے تاریخ کو ایسے انمول کردار عطا کئے ہیں،

رفیع

تب وتابِ جاودانہ

شہیدوں کے اس قافلہ میں جنھوں نے اپنے خون سے سرفروشی کا نیا باب لکھا ہے، گوجرانوالہ کے ۳۱ سالہ کیپٹن صغیر بھی شامل ہیں جنھوں نے فائر بندی سے صرف ایک گھنٹہ قبل ۲۳ ستمبر کو لاہور کے ایک سیکٹر میں دشمن کے زبردست حملے کا بڑی پامردی سے مقابلہ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا ——— کیپٹن صغیر حسین نے شہادت سے ۵ روز قبل اپنے والد گرامی چودھری نور حسین کو یہ خط تحریر کیا تھا۔

۱۸ ستمبر ۱۹۶۵ء

محترمی والد صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط پا کر بڑی خوشی ہوئی، میں بخیریت ہوں لڑائی بڑے زوروں پر ہے، گولہ باری ہو رہی ہے، دشمن کے گولے میرے مورچے کے نزدیک پڑتے ہیں۔ اللہ کی فقط امان ہے۔

ہمارے جانباز سپاہی بڑی دلچسپی سے لڑ رہے ہیں، انشاء اللہ فتح حق کی ہوگی، اسلام کی ہوگی، بس آپ لوگوں کی دعائیں چاہئیں، اللہ حافظ و ناصر ہے، اس وقت ٹینک بیٹل ہو رہی ہے، دشمن گھبرا کے پیچھے ہٹ گیا ہے، اپنی اور سب کی خیریت کی اطلاع دیتے رہیں۔

انشاء اللہ جلد امن ہو جائے گا، والسلام

صغیر

(جنگ ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء)

وحشیانہ مظالم

عطاء اللہ کشمیر کے اوڑی پونچھ محاذ پر ایک قریبی گاؤں "کھاں" کا رہنے والا ہے، درہ حاجی پیر پر بڑھتی ہوئی بھارتی فوج

اس گاؤں پر ٹوٹ پڑی تو عطار اللہ ۱۵۹ افراد کا قافلہ لیکر جان بچانے کو نکل کھڑا ہوا، مگر پہاڑی علاقوں سے چھپتے چھپاتے راولپنڈی پہنچا تو ۱۳۲ افراد (جن میں ۶ خواتین اور ۱۵ بچے بھی شامل ہیں) کے سوا باقی سب موت کا شکار ہو چکے تھے۔

انہیں کل راولپنڈی سے کراچی لایا گیا ہے اور اب مسان روڈ پر کشمیر کمیٹی ان کی دیکھ بھال کر رہی ہے ـــــ عطار اللہ نے جو اپنے گاؤں میں ایک چھوٹی سی دوکان کا مالک تھا کہا۔

"ہم جان بچانے کے لئے بھاگنے پر مجبور تھے کیونکہ ہم نے اپنی آنکھوں سے موضع "کاہوتا" کا حشر دیکھا تھا، جہاں عورتوں کی بے آبروئی کی گئی، بچے ماؤں کی گود سے چھین کر ذبح کردئے گئے، اور جو گھروں میں چھپے ہوئے تھے انہیں باہر سے بند کر کے زندہ آگ میں بھون دیا گیا"۔

گاؤں کے نمبردار عزیز احمد کے نوجوان بیٹے غلام نبی نے آنسو بھری آنکھوں اور روندھے ہوئے گلے سے بتایا۔

"پتہ نہیں میری ماں اور بہنیں کہاں ہیں، زندہ ہیں یا مار ڈالی گئیں، بھارتی کتوں نے ہمارا بھرا گاؤں جلا ڈالا، جو مکان جلنے سے بچ گئے ان کی لکڑی اور عمارتی سامان مورچہ بنانے کے لئے نکال کر لے گئے۔ اور گاؤں بھر کا غلہ ہیلی کو پٹروں میں بھر کر کہیں اور پہنچا دیا، میری آنکھوں کے سامنے ایک بڑے میاں اور ان کی ضعیف العمر بیوی کو ذبح کر دیا گیا اور جلتے ہوئے مکانوں میں لوگوں کو زبردستی گھسیٹ کر جلا دیا گیا"

(جنگ ۱۹ اکتوبر ۶۵ء)

میجر شفقت بلوچ کا ایک خط

صدر مملکت نے غیر معمولی شجاعت پر محاذ لاہور کے ہیرو میجر شفقت بلوچ کو ستارۂ جرأت کا اعزاز دیا، کوئٹہ کے رکن صوبائی اسمبلی سردار محمد اسحاق نے اس اعزاز پر میجر بلوچ کو مبارکباد کا خط بھیجا تھا جس کے جواب میں میجر نے سردار اسحاق کو شکریہ کا خط لکھا

"ہمیں جو کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے۔ ہم نے لڑتے ہوئے جو کچھ کیا اور دشمن کو جس طرح ذلت آمیز شکست دی ہے یقین جانئے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوا، ہم نے دشمن کے مقابلے میں لڑتے ہوئے جو کچھ دیکھا وہ معجزہ ہے، یہ معجزے ساری پاکستانی فوج کے ساتھ ہوئے ہیں۔

میجر بلوچ نے مزید لکھا ہے کہ:

"مکار اور بزدل دشمن نے چھپ کر اور چوروں کی طرح حملہ کیا، اس کا خیال تھا کہ وہ پاکستان کو رات کی تاریکی میں ہڑپ کر لے گا، لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ پاکستان اللہ اور اس کے رسول کی امانت ہے اس کی وہ خود حفاظت اور نگہبانی کر رہا ہے، دشمن کی یہ چال جس بری طرح ناکام ہوئی ہے وہ حربی تاریخ میں عبرت کا سامان مہیا کرتی رہے گی۔

محاذ لاہور کے اس عظیم مجاہد نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ

ہم دشمن کے مقابلے میں آئے تو ہمیں محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے سروں پر اللہ کا ہاتھ ہے ہم ایک گولی چلاتے تھے لیکن اس سے دس دشمن ہلاک ہوتے تھے، اس سے ہمارے حوصلے بلند ہو گئے، ہمارے عزائم میں نئی روح آگئی، اور دشمن کو ملیا میٹ کرنا ہمارے لئے قطعی طور پر مشکل نہ تھا"۔

جنگ ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء)

سو جانباز شہری

مضبوط جسم والے ۵۴ سالہ جمال دین عرف جمانے بھارتی فوج سے اپنے مقابلہ کی روداد سناتے ہوئے کہا۔

"میرا گاؤں گھوندی لاہور سیکٹر میں عین سرحد پر واقع ہے ۶ ستمبر کی صبح کو گولیاں چلنے کی آواز آئی میں سمجھا کہ اسمگلروں سے رینجرز کا مقابلہ ہو رہا ہے لیکن جلد ہی معلوم ہو گیا کہ بھارتی فوج چوری چھپے ہمارے علاقے میں گھس آئی ہے۔ میں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر دشمن کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا اور گاؤں سے فوراً ایک سو مجاہدوں کو جمع کر لیا، ہم سب کے پاس رائفلیں تھیں ہم گاؤں سے باہر آ گئے، اور پوزیشن سنبھال کر دشمن پر فائرنگ شروع کر دی

جمال دین نے جو خود بھی مجاہد ہے مزید بتایا کہ دشمن سے ہمارا چار گھنٹے تک مقابلہ رہا، مجھے یاد ہے کہ ہماری فائرنگ سے دشمن کے کئی فوجی ہلاک ہو گئے، زبردست مقابلے کے باعث ان کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی، اسی عرصہ میں ہمارے چند مجاہدوں نے بڑھ کر دو سکھ فوجیوں کو پکڑ لیا۔

ہم نے اپنی فوجی کمک آنے تک دشمن کو روکے رکھا جب کمک آئی تو ہماری فوج نے ہمیں پیچھے چلے جانے کا حکم دیا اور ہماری جگہ انھوں نے پوزیشن سنبھال لی۔

(جنگ ۲۲ اکتوبر ۶۵ء)

جان پر کھیل کر

لاہور، دشمن کے ٹینک بی آر بی نہر کے قریب پہنچ چکے تھے، دشمن کی پیشقدمی روکنے کے لئے نہر کا پل مسمار کرنے کا فرض بھی فوج کے انجینیروں کے سپرد کیا۔ میجر آفتاب انجینیروں کی اس پارٹی کے کمانڈر تھے، انھوں نے حکم کی فوراً تعمیل کی لیکن کسی وجہ سے پل مسمار نہ ہو سکا، دشمن کا دباؤ بڑھ رہا تھا اور پل کو پوری طرح اڑانا ضروری تھا۔

ایک سپاہی نعمت علی مزید ڈائنامائیٹ لیکر پل کی طرف بڑھا لیکن دشمن کی گولہ باری سے شہید ہو گیا۔ بالآخر میجر آفتاب کی زیر سرگردگی انجینیروں کی ایک اور پارٹی پل کی طرف بھیجی گئی۔ وہ پل کو تباہ کرنے کا سامان دو لاریوں میں لے جا رہے تھے جن پر دشمن کی بھی نگاہ تھی اور وہ دونوں گاڑیوں پر شدید گولہ باری کر رہا تھا، لیکن پاکستانی انجینیر برستی ہوئی آگ میں بڑھتے رہے اور بالآخر پل تک پہنچ گئے، یہ قیامت کا منظر تھا، ایک جانب بھارتی فوج پل پر قبضہ کے لئے پورا زور لگائے ہوئے تھی، دوسری جانب پاکستانی جوان دشمن کی کوشش کو ناکام بنانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے، اسی کشمکش میں رات ہو گئی۔ آخر کار جب پل اڑانے کی کارروائی شروع ہوئی تو دشمن نے پاکستانیوں پر آگ اگلتی ہوئی توپوں کے دہانے کھول دیئے، پاکستانی توپ خانہ نے بھی دشمن کو بھون کر رکھدیا۔ ایک وقت تو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ شاید مقررہ وقت پر پل اڑانے کا منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکے، میجر آفتاب نے اس نازک موقعہ پر ایک اہم فیصلہ کیا وہ کسی امداد کے بغیر بارودی سرنگیں لیکر خود پل کی طرف روانہ ہوئے، دشمن کی نگاہیں بھی اُن پر لگی ہوئی تھیں چنانچہ دشمن کی مشینوں کا رُخ ان کی جانب پھر گیا، لیکن جیالے میجر آفتاب رینگتے ہوئے کسی نہ کسی طرح پل کے نیچے پہنچ گئے انھوں نے دشمن سے صرف دس گز کے فاصلہ پر بیٹھ کر اپنا کام مکمل کیا، اس کے بعد ایک سگنل ہوا اور پل ایک دھماکہ کے ساتھ نہر میں جا گرا۔

(جنگ ۱۶ اکتوبر ۶۵ء)

ص ۱، س ۶

نیا کردند خوش رسمے

(پشاور رپ پ ا) یہ ۱۱ ستمبر کا ذکر ہے،

جب دشمن نے سیالکوٹ میں ٹینکوں کی آہنی دیوار کھڑی کردی تھی، اس دن پاکستان کے پاس صرف چند ٹینک تھے، پاکستانی بکتر بند دستوں کی اصل طاقت دوسرے دن محاذ پر پہنچی، بھارتی حملے کے پہلے دن بھارت کے طاقتور ترین بکتر بند ڈویژن کو روکنے کا فریضہ میجر عباسی کے سپرد کیا گیا، ان کی کمان میں صرف چودہ ٹینک تھے، انہوں نے بڑی بے جگری اور دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا اور اسے روکنے میں کامیاب ہوگئے، وہ گولوں کی بارش میں اپنے ٹینک پر تنے ہوئے کھڑے تھے، اور برابر اپنے ٹینکوں کو آگے بڑھا رہے تھے، دشمن کا فائر ہر لمحہ تیز ہو رہا تھا، لیکن میجر عباسی نے اپنے ٹینک کا اوپری حصہ تک بند نہ کیا، جب ان کا ٹینک دشمن کے مورچوں سے صرف چند سو گز کے فاصلے پر تھا تو دشمن انہیں نشانہ بنانے میں کامیاب ہوگیا، میجر عباسی گولہ لگتے ہی معبود حقیقی سے جاملے، شہید میجر کی صرف پانچ مہینے قبل شادی ہوئی تھی، ان کے ٹینک ڈرائیور نے بتایا کہ وہ حملہ کے وقت سب سے اگلے ٹینک میں تھے اور دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے اور سپاہیوں کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر انہوں نے اپنے ٹینک کا اوپر کا حصہ بند کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

(جنگ ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۵ء ص ۶)

دھوتی اور جنگ

بھارت کے (سابق) وزیر اعظم لال بہادر شاستری نے ۱۸ اکتوبر (۱۹۶۵ء) کو اورنگ آباد میں پریشد بچاؤ کونسل کے جلسہ میں بھاشن دیتے ہوئے شکایت کی کہ

"پاکستان نے یہ کیوں کہا کہ چونکہ ہم دھوتی باندھتے ہیں اس لئے لڑ نہیں سکتے، پاکستان کا یہ خیال غلط نکلا، میں نے اور جوانوں نے دھوتی باندھنے کے باوجود لاہور سے آگے بڑھ جانے کا فیصلہ کیا تھا"

واضح ہے کہ یہ تمام تفصیلات بھارتی اخبار انڈین ایکسپریس ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں چوکھٹے میں شائع کی ہیں۔

(روزنامہ جنگ ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۵ء)

زندہ قوم

جاد ۱۹۶۵ء کے دوران ایک ریکروٹنگ آفیسر ایک تحصیل میں جوانوں کو بھرتی کرنے کے لئے گیا اس دن اسے کل دو سو جوان بھرتی کرنے تھے لیکن ہزاروں جوان اور ادھیڑ عمر کے لوگوں نے اپنے نام پیش کر دیئے، چشم دید گواہوں کا بیان ہے کہ جو لوگ اس آفیسر کے پاس اپنا نام لکھوانے کے لئے آئے ان کی تعداد پچیس ہزار سے زائد تھی، یہاں تک کہ آفیسر کے لئے ان میں سے دو سو کا انتخاب کرنا مستقل مسئلہ بن گیا جس شخص کی درخواست بھی مسترد کی جاتی وہ بدرد دل کے یہ تاریخی الفاظ دہراتا کہ:

"کیا میں اپنے منتخب بھائیوں سے کمزور یا کمسن ہوں؟"

جب لوگوں کا یہ اشتیاق حد سے گذر گیا، اور حالت قابو سے باہر ہونے لگی تو آفیسر کو مجبوراً اپنی پر مطلوبہ تعداد میں تین سو افراد کا اضافہ کرنا پڑا، اور اس تحصیل سے پانچ سو افراد کو بھرتی کرکے وہ بڑی مشکل سے صورت حال پر قابو پا سکا۔

Pakistan meets Indian Challenge P. 7)

دشمن کا شکریہ

صوبائی وزیر اوقاف نے لاہور ہسپتال کا معاینہ کیا تو ایک سپاہی نے جس کا گو ایک مشین گن کی زد میں آکر کٹ گیا تھا، مسکراتے ہوئے کہا کہ بعض دشمن بھی وہ کام کرتا ہے جو دوست نہیں کر سکتے۔ ہمیں تو اس کی خوشی ہے کہ اس نے ہمیں غازی بننے اور شہادت کا تبرک حاصل کرنے کا موقعہ فراہم کیا۔ (جنگ ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۵ء)

فخر انسانیت مائیں

کوئٹہ کے حولدار میجر خدا بخش خاں شہید کی ساٹھ سالہ ضعیف والدہ لال بی بی نے اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کا بیٹا اسلام کی راہ میں قربان ہوگیا۔ لال بی بی کا دوسرا بیٹا بھی وطن کی حفاظت کرتے ہوئے زخمی ہوگیا ہے، لال بی بی نے ہزاری قبائل کے سرداروں سے کہا ہے کہ اسے خوشی ہے کہ اس کا ایک بیٹا وطن کی حفاظت کرتے ہوئے حق و انصاف کی خاطر شہید ہوا، اور دوسرا زخمی، اب میں اپنے تیسرے بیٹے کو بھی ملک کے دفاع کے لئے پیش کرتی ہوں۔

(جنگ ۱۴ر اکتوبر ۶۵ء)

قرآن کا معجزہ

لاہور، سکھ سپاہیوں کی ایک جماعت نے کل قرآن پاک کی دو جلدیں پاکستانی جوانوں کو پیش کرتے ہوئے بتایا کہ یہ انہیں واگہ اٹاری سیکٹر میں ایک جلے ہوئے پاکستانی ٹرک میں سے ملی تھیں، انھوں نے کہا کہ پاکستانی ٹرک پورا جل گیا تھا، لیکن اس میں رکھے ہوئے قرآن کریم کے یہ نسخے بالکل محفوظ رہے اور کلام اللہ کو آگ چھو بھی نہ سکی، سکھوں نے کہا کہ یہ بھی ایک معجزہ ہے۔

(حریت ۳ اکتوبر ۶۵ء)

ننھی طالبہ

پشاور، اسٹینڈرڈ اسکول پشاور کی ننھی طالبہ مبین عصمت اللہ نے طلائی بالیاں خریدنے کے لئے جمع کئے ہوئے سو روپے قومی دفاعی فنڈ میں دیدیئے، وہ طلائی بالیاں پہننے کی معصوم خواہش کو پورا کرنے کے لئے سال بھر کو تھوڑی تھوڑی رقم جمع کر رہی تھی مگر جب وہ بالیاں خریدنے کے قابل ہوئی تو اس نے یہ تمام رقم دفاعی فنڈ میں داخل کردی۔

(حریت ۱۶ اکتوبر ۶۵ء)

چار ننھے طلباء

کراچی، ملک و قوم کی خدمت کے لئے پاکستانی عوام کے جوش و جذبہ کی ایک نئی مثال سامنے آئی ہے، اسکول کے چار ننھے طلباء نے سڑکوں پر بیٹھ کر بوٹ پالش کی اور گلیوں میں گھوم پھر کر کنگھے فروخت کئے اور اس طرح ۹۹ روپے ۸۰ پیسے کی جو آمدنی ہوئی وہ انھوں نے قومی دفاعی فنڈ میں دیدی، ایم ایچ گرلز سیکنڈری اسکول کے ان چار طلباء، محمود، علی اکبر، عرفان اور امتیاز نے یہ رقم پیش کرتے ہوئے حکام کو یقین دلایا کہ وہ اوران کے ساتھی قومی دفاعی فنڈ کے لئے رقوم جمع کرتے رہیں گے،

(جنگ ۱۶ اکتوبر ۶۵ء)

جان بھی اور مال بھی

لاہور، پاک فوج کے ایک میجر نے جو محاذ پر مصروف جہاد تھے، اپنے بھائی کو ہدایت نامہ جاری کیا تھا کہ وہ خاندان کا کل نقد اثاثہ دفاعی فنڈ میں دیدیں چنانچہ ان کے بھائی مسٹر شفقت جیلانی نے ساڑھے چار ہزار کا کل اثاثہ حکام کے حوالہ کردیا۔

(حریت ۱۵ اکتوبر ۶۵ء)

دل کی دنیا

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

اصلاح کی طرف پہلا قدم ـــــ توبہ!

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی باطنی دنیا صحت مند ہو، دل کے امراض دور ہو جائیں اس کے نتیجے میں اسے رضائے خداوندی حاصل ہو۔ اور وہ عذاب جہنم سے محفوظ رہے تو اس کی راہ کا پہلا قدم "توبہ" ہے، اس لئے آج کی محفل میں اس سے متعلق چند ضروری باتیں عرض کرنی ہیں۔

عام طور سے لوگوں کے ذہن میں "توبہ" کا مفہوم یہ ہے کہ صرف زبان سے "أستغفر الله ربي من كل ذنب وأتوب إليه" کا ورد کر لیں، حالانکہ یہ بڑی سخت غلط فہمی ہے۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اپنے پچھلے گناہوں پر حسرت و ندامت ہو، حتی الامکان اس کے تدارک کی فکر کی جائے۔ اور آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے کا مکمل عزم ہو۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو بڑی اچھی طرح سمجھایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں "خیر" اور "شر" ملے جلے رہتے ہیں اس میں "تقویٰ" کے دواعی بھی موجود ہیں، اور فسق و فجور کے بھی، بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو آپ کو نیکی کی ترغیب دیتی ہیں، اور بہت سی وہ ہیں جو آپ میں گناہ کرنے کا داعیہ پیدا کرتی ہیں، آپ کا فرض یہ ہے کہ گناہ کے دواعی کو مغلوب کر کے نیکی کے دواعی کو اس پر غالب کر دیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اس کی مثال اس "سونے" کی سی ہے جس میں کھوٹ ملا ہوا ہو، ظاہر ہے کہ ایسے سونے سے آپ اس وقت تک کام نہیں لے سکتے جب تک کہ سونے کو کھوٹ سے الگ نہ کر لیں جس کا واحد ذریعہ آگ کی تپش ہے، یہ آگ کی تپش ہی سونے کو کھوٹ سے جدا کرتی ہے۔

امامؒ فرماتے ہیں کہ بالکل اسی طرح انسان کے "نیک" کو "بد" سے ممتاز کرنے کے لئے بھی "تپش" کی ضرورت ہے، یہ "تپش" جو انسان کو کھوٹ سے نجات عطا کرتی ہے، دو طرح کی ہے، ایک عذاب جہنم کی تپش کیونکہ مؤمن کے لئے جہنم کی آگ بھی درحقیقت کھوٹ ہی کو الگ کرنے کے لئے ہو گی، محض جلانا مقصد نہیں ہو گا بلکہ پاک صاف کر کے جنت میں داخل کرنا مقصود ہو گا بہ خلاف کافروں کے، کہ انہیں دائمی طور پر جلنے ہی کے لئے جہنم میں ڈالا جائے گا، اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا (وهل نجزي الا الكفور)

دوسری قسم کی "تپش" حسرت و ندامت کی تپش ہو یہ ایسی آگ ہے جو اس دنیا ہی میں کھوٹ کو پگھلا سکتی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسان کو کھوٹ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان دو قسموں میں سے کسی ایک قسم کی آگ میں جلنا ضروری ہے، اب اگر وہ چاہے تو جہنم کی آگ کو اختیار کرلے اور اگر یہ بات اسے مشکل معلوم ہوتی ہے ——— چنانچہ واقعۃً بھی یہ بڑی مشکل ہے ——— تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ اسی دنیا میں اپنے دل کے اندر حسرت و ندامت کی تپش اور سوزش پیدا کرے، اسی تپش اور سوزش کا نام "توبہ" ہے۔

اسی لئے حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

انما التوبۃ الندامۃ

"توبہ ندامت ہی کا نام ہے"

توبہ کے تین درجے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ندامت کس طرح پیدا ہو!

اس کا جواب یہ ہے کہ ندامت پیدا کرنے کا واحد ذریعہ "علم" ہے، کیونکہ جب تک آدمی کو یہ معلوم نہ ہو کہ میں نے جو کام کیا ہے وہ غلط یا مضر تھا، اسے اپنے کئے پر کبھی پشیمانی نہیں ہوگی، جس شخص کو یہی پتہ نہ ہو کہ جو چیز میں نے کھائی ہے وہ زہر تھی، اسے ندامت کیسے ہو! ندامت اسی وقت ہوسکتی ہے جب اسے یہ علم ہو کہ میں نے زہر کھایا ہے، اور یہ میرے لئے مہلک ہے۔

بالکل اسی طرح جبتک آدمی کو یہ علم نہ ہو کہ جو کام میں نے کیا ہے وہ برا، ناجائز یا عذاب جہنم کا موجب ہے۔ اس وقت تک اسے اپنے اس فعل پر ندامت نہیں ہوسکتی لہذا اگر "ندامت" کی تپش پیدا کرنی ہے تو اس کا پہلا راستہ یہ ہے کہ گناہ کے گناہ ہونے کا علم پیدا کیا جائے، اور علم بھی محض رسمی اور لفظی علم نہیں، بلکہ ایسا علم جو دل میں فکر آخرت، خوف خدا اور گناہ کی لذت سے زیادہ اس کی نفرت پیدا کرے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اللہ سے ڈرنے کو علم کی علامت قرار دیا ہے، ارشاد ہے:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا

اللہ کے بندوں میں سے جاننے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔

جس شخص کے دل میں خوف خدا اور فکر آخرت نہ ہو، اور جسے گناہوں کی تباہ کاری کا علم یقین حاصل نہ ہو، وہ عالم نہیں، بدترین جاہل ہے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

جان جملہ علم ہا این است واین
کہ بدانی من کیم در یوم دیں!

جبتک گناہوں کے بارے میں یہ یقینی علم حاصل نہ ہو کہ وہ ظاہری طور پر کتنے ہی نظر فریب کیوں نہ ہوں، حقیقت میں آگ کے انگارے ہیں، قرآن کریم کی اصطلاح میں انسان عالم نہیں کہلا سکتا، اور نہ اس کے بغیر توبہ کی حقیقت حاصل ہوسکتی ہے۔

اس "علم" کو پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن و سنت میں غور کر کے گناہوں کے وبال اور عذاب کا استحضار پیدا کیا جائے۔ اور ان کی تباہ کاریوں کو مراقبہ کے ذریعے ذہن میں خوب اچھی طرح جمایا اور بٹھایا جائے۔ شیخ ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل کتاب میں گناہوں کی فہرست جمع کردی ہے جس میں تین سو گناہ کبیرہ شمار کئے ہیں اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ گیا ہے۔ حافظ زین الدین بن نجیمؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی بھی اس موضوع پر مستقل کتابیں ہیں، اور اردو میں حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف اور بالخصوص "جزاء الاعمال" میں اس پہلو کو واضح فرمایا ہے، ان کتابوں کا مطالعہ مذکورہ "علم" کے حاصل کرنے کے لئے مفید ہوگا۔

اس "علم" کے بعد توبہ کا دوسرا درجہ "ندامت" ہے ظاہر ہے کہ جب کسی شخص کو کسی ناجائز فعل کے تباہ کن ہونے کا یقینی علم حاصل ہو جائے گا تو اگر اس نے ماضی میں وہ ناجائز فعل کیا ہے تو اس کو لازماً اپنے کئے پر ندامت

اور پشیمانی ہوگی۔

اس کے بعد تیسرا درجہ "تدارک" ہے، جس کیلئے دو کام کرنے ضروری ہیں:

(۱) آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم۔

(۲) ماضی میں جو گناہ ہوئے ہیں اگر وہ حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کی حتی المقدور ادائیگی، مثلاً اگر کسی کا مال غصب کیا ہے تو اسے واپس کیا جائے، کسی کو ہاتھ یا زبان سے تکلیف پہنچائی ہے تو اس کے بدلے کے لئے تیار رہو کر اس سے معافی کی درخواست کرنا وغیرہ۔

اور اگر وہ گناہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتا ہو تو جن گناہوں کا قضا یا کفارہ سے تدارک ممکن ہو، ان کا اسی طرح تدارک کرنا، مثلاً اگر نمازیں یا روزے چھوڑ دیئے ہیں تو ان کی قضا کی جائے، یا اگر قسم کھا کر توڑی ہے تو اس کا کفارہ ادا کیا جائے۔

اور اگر گناہ ایسا ہے کہ شریعت میں قضا یا کفارہ کے ذریعہ اس کا تدارک ممکن نہیں ہے تو اللہ تعالے سے پوری عاجزی کے ساتھ استغفار کرنا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ان تمام چیزوں کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ اور وہ ہمیشہ توبہ کے وقت سابقہ گناہوں کے تدارک کی ہر امکانی کوشش کام میں لانے کی تلقین فرماتے تھے،

اگر اس طریقے پر گناہوں سے توبہ کی جائے تو بقول حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شخص چند لمحوں میں ولی کامل بن سکتا ہے، اس لئے کہ حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ"

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے وہ شخص جس نے کبھی گناہ ہی نہ کیا ہو"

توبہ کا یہ دروازہ ہر شخص کے لئے اس وقت تک کھلا ہوا ہے جبتک نزاع کی کیفیت اس پر طاری نہیں ہو جاتی، اس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔

دارالعلوم میں بچوں کا دارالتربیۃ

جو بچے دارالعلوم کے درجہ حفظ و ناظرہ یا مدرسہ ابتدائیہ میں تعلیم پاتے ہیں ان کی رہائش اور اخلاقی تربیت کے لئے دو سال سے دارالتربیۃ قائم ہے۔ جس میں رہائش، خوراک، اور کھیل کے علاوہ بچوں کی دینی و اخلاقی نگرانی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اب تک یہ اقامت گاہ ایک چھوٹی عمارت میں تھی جس میں کل تیس بچے رہ سکتے تھے۔

اب اسے ایک بڑی عمارت میں منتقل کیا جا رہا ہے جس میں ساٹھ بچے رہ سکیں گے۔

بچوں کی تعلیم، رہائش اور بجلی پانی وغیرہ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ البتہ خوراک وغیرہ کے لئے ماہانہ ۳۵ روپے فی کس وصول کئے جاتے ہیں۔ خواہش مند حضرات دارالعلوم کورنگی کے ایریا میں ناظم دارالتربیۃ سے رجوع فرمائیں۔

خواتینِ اسلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں

(مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری)

(۶۱) اکسٹھویں حدیث

وَعَنْ بُنَانَةَ مَوْلَاةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَيَّانَ الْاَنْصَارِيِّ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ اِذْ دُخِلَتْ عَلَيْهَا بِجَارِيَةٍ وَعَلَيْهَا جَلَاجِلُ يُصَوِّتْنَ فَقَالَتْ لَا تُدْخِلْنَهَا عَلَيَّ اِلَّا اَنْ تُقَطِّعَنَّ جَلَاجِلَهَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جَرَسٌ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص۳۷۹)

(ترجمہ) بنانہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر تھی اس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک عورت ایک لڑکی کو ہمراہ لئے حضرت عائشہ کے پاس اندر آنے لگی، وہ لڑکی جھانجن پہنے ہوئے تھی جن میں سے آواز آرہی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جبتک اس کے جھانجن نہ کاٹے جائیں میرے پاس اسے ہرگز نہ لانا۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس گھر میں گھنٹی ہو اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے (مشکوٰۃ ص۳۷۹)

تشریح: ایک حدیث میں ہے اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ (مشکوٰۃ ص۳۳۸) اور ایک اور حدیث میں ارشاد ہے مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانٌ (ایضاً ص۳۷۹) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بجنے والا زیور اور گھونگرو اور گھنٹیاں شیطان کو پسند ہیں اور یہ شیطان کے باجے ہیں جب ان میں سے آواز نکلتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور جہاں پر ایسی چیزیں ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ ان حدیثوں کے پیش نظر فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسا زیور جس کے اندر خول میں بجنے والی چیزیں پڑی ہوئی ہوں پہننا منع ہے جیسے پرانے زمانہ میں جھانجن ہوتے تھے اور اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں ایسی بنائی جاتی تھیں، دیہات میں اب بھی اس طرح کے زیور کا رواج ہے، یہ سب ممنوع ہے۔ مذکورہ زیور تو پہننا ممنوع ہی ہے جس زیور میں بجنے والی چیز نہ ہو مگر جو زیور آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر بجتا ہو اس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ

اور اپنے پاؤں (چلنے میں زمین پر) زور سے نہ ماریں (النور) تاکہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جائے جس سے وہ پوشیدہ طور پر آراستہ ہیں۔

لہ بجنے والے گھونگرو اور گھنٹیاں شیطان کے باجے ہیں۔ ۲ہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے ۱۲

جانوروں کے گلے میں جو گھنٹی ڈال دیتے ہیں اس سے بھی آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَا تَصْحَبُ الْمَلٰٓئِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ وَّلَا جَرَسٌ (مشکوٰۃ ص۳۳۸) یعنی جن لوگوں کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو (رحمت کے) فرشتے ان کے ساتھ نہیں رہتے۔

یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ شیطانی اعمال کرتے ہیں ان کو بجنے بجانے والی چیزوں سے محبت اور رغبت ضرور ہوتی ہے اور شیطانی کاموں میں ایسی چیزوں کی بہتات ہوتی ہے ہندوؤں اور یہود و نصاریٰ کے مندروں اور گرجوں میں خاص طور سے ایسی چیزوں کا خیال رکھا جاتا ہے شیطان کو چونکہ یہ چیزیں پسند ہیں اس لئے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں ڈالتا ہے کہ ایسی چیزیں رکھیں اور بجائیں مسلمانوں میں بھی جو لوگ خواہش نفس کے نفس کے مطابق چلتے ہیں اور رنج و خوشی میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہتے ان پر بھی شیطان قابو پالیتا ہے اور وہ گانے بجانے کی چیزوں میں ثواب سمجھ کر مشغول رہتے ہیں جیسے مروجہ قوالی ہے، اشعار تو کہنے کو "نعت نبی" صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ہوتے ہیں مگر چنگ و رباب اور باجوں کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس نعت کو مکدر کردیتے ہیں، افسوس ہے کہ نفسانی اور شیطانی خواہشوں کو نام نبیؐ کے ذریعے پوری کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح تعزیوں کا جلوس لے کر نکلتے ہیں تو ڈھول باجہ اور طرح طرح کی بجنے والی چیزیں ساتھ لیجاتے ہیں (تعزیہ اور تعزیہ کا جلوس خود غیر شرعی چیزیں ہیں مگر چونکہ دین سمجھ کر کرتے ہیں اس لئے ہم ان لوگوں کی سمجھ کے مطابق بات کرتے ہیں، بھلا بتاؤ کہ اپنے گھر کے کسی شخص کے ماتم اور رنج میں ڈھول بجاتے ہو یا نہیں؟ اگر نہیں تو حضرات اہل بیت رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے ماتم میں کیوں باجے لیکر نکلتے ہو، خوشی کررہے ہو یا رنج کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں ؟)

محفل طلباء

محمد بشیر کشمیری — سال ہشتم
دارالعلوم کراچی

وہ ستّرہ دن

احاطۂ دارالعلوم میں

ستمبر ۶۵ء کے جہاد کو تین سال ہونے والے ہیں، لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ کل ہی کی بات ہے ان سترہ دنوں کا جب بھی تصور آتا ہے، دل میں جذبات کا ایک تلاطم محسوس ہوتا ہے، کہنے کو یہ سترہ دن تھے، لیکن ان کے واقعات سنانے پر آیئے تو یہ ایک مکمل تاریخ تھی جس کا تعلق ملک کے ہر ہر چپے اور قوم کے ہر ہر فرد سے ہے، آج کی محفل میں ان دنوں کی کچھ یادیں کاغذ پر منتقل کرنے کو دل چاہتا ہے۔

چھ ستمبر کی صبح کو طلبہ حسب معمول اپنی پڑھائی میں مشغول تھے، مگر رات کی خبروں میں چونکہ چونڈیاں کی فتح کی خبر سن چکے تھے، اس لئے دل و دماغ آزاد کشمیر کے ان مجاہدین کیساتھ محو پرواز تھے جو دریائے توی کو عبور کر کے اکھنور کی جانب پیش قدمی کر رہے تھے۔ گیارہ بجے کے قریب مدرسہ کا آخری گھنٹہ بجا تو طلباء میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ بھارت نے لاہور پر حملہ کر دیا ہے — معلوم ہوا کہ گیارہ بجے کی خبروں میں ریڈیو سے ہنگامی حالات کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ خبر تشویشناک تھی، مگر چہروں پر تشویش کے بجائے جوش، ولولہ اور ایک عجیب طرح کی مسرت کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں، اور پھر جب ایک بجے کے قریب ریڈیو سے صدر پاکستان کے یہ ایمان افروز الفاظ نشر ہوئے کہ

"بھارت کے حکمران شاید یہ نہیں جانتے کہ انہوں نے کس قوم کو للکارا ہے؟ پاکستان کے دس کروڑ عوام جنکے دل کی ہر دھڑکن میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائیں گونج رہی ہیں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک دشمن کی توپیں ہمیشہ کے لئے خاموش نہیں ہو جائیں"

تو یوں محسوس ہوا جیسے جسم میں ایک برقی رو دوڑ گئی ہو، ہر ایک طالب علم کے چہرے پر وہ تبسم پھیلا ہوا تھا جو ایک مومن کے چہرے پر صرف شوق جہاد کے وقت نمودار ہوتا ہے، لیکن اسلامی تعلیمات کے تحت جہاں بصیرت صدیقی، حمیت فاروقی اور شجاعت حیدری کے جوہر دکھانے ضروری تھے۔ وہاں خدائے حی و قیوم کے آستانے پر سجدہ ریز ہو کر فتح و نصرت کی التجا بھی لازمی تھی۔ درحقیقت یہی وہ چیز تھی جو فلاح و سرخروئی کی ضامن ہے، باقی مادی وسائل اور تمدنی ایجادات مثلاً برق و بخار، ریل و تار، بم و گن موٹر و جہاز یا دیگر اسباب نقل و حمل سب کے سب ضروری آلات ہیں، مگر بھروسہ سوائے اللہ کی نصرت کے کسی چیز پر نہیں کیا

جا سکتا۔ اس لئے سب سے قبل خداوند قدوس کی درگاہ میں پاکستان کی کامیابی اور قوم کے لئے اتحاد، یگانگت کی دعائیں کی گئیں۔

ہر طالب علم کی اصل آرزو تو یہ تھی کہ وہ کسی طرح اُڑ کر ان رزمگاہوں میں پہنچکر عملاً جہاد میں شریک ہوں جہاں پاکستانی فوج دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو کر طارق اور خالد کے روشن کارناموں کو ایک دفعہ پھر سے زندہ کر رہی تھی اور کفر کے اس طاغوتی لشکر کو وہ بھولا ہوا سبق یاد کرنے کی دعوت دے رہی تھی جو ہمارے اسلاف نے ان کے آباؤ اجداد کو قرون اولیٰ میں سکھایا تھا، لیکن یہ مقصد فوجی تربیت حاصل کئے بغیر کسی طرح ممکن نہ تھا۔ اس لئے خیال آیا کہ آج کی جنگ صرف محاذ پر نہیں بلکہ ملک کی ہر گلی کوچے میں لڑی جاتی ہے۔ اور جہاد کی سعادت حاصل کرنے کا دائرہ اب کافی وسیع ہو چکا ہے، شہری دفاع کی تنظیم میں شرکت کر کے ہم یہ سعادت حاصل کر سکتے ہیں، اسی دوران دارالعلوم کی طرف سے شہری دفاع کی ایک محافظ چوکی (وارڈن پوسٹ) قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ شہریوں میں نظم و ضبط اور شہری دفاع کی ضروری معلومات کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے اور ہوائی حملے سے احتیاطی تدابیر کو کامیاب بنایا جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم کی طرف سے شہری دفاع اور ابتدائی طبی امداد کی تربیت کا فوری انتظام کر دیا گیا، طلباء درسگاہوں میں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ یہ تربیت حاصل کرتے، اور پھر زیادہ تر اوقات محافظ چوکی کے انتظام کے تحت اس کی عملی مشق میں گذارتے، دن کے وقت میں خندقیں کھودتے پناہ گاہیں بناتے رکاب پمپ سے آگ بجھانے اور ابتدائی طبی امداد کے طور پر مرہم پٹی کرنے اور نجات دہندہ جماعت کے کاموں کی مشقیں جاری رہتیں، اور رات کے وقت میں بلیک آؤٹ کو کامیاب بناتے اور آس پاس کی آبادی کو ہوائی حملے سے بچاؤ کے طریقے سکھانے کے لئے طلباء کی مختلف ٹولیاں اساتذہ کے مقرر کردہ علاقوں میں روانہ ہو جاتیں، پاکستانی عوام کی اس بلند حوصلگی اور بہادری کی مثالیں بھی کم ہی ملیں گی کہ خطرے کے سائرن کے وقت چھپنے کے بجائے ان کا دل باہر نکلنے کو چاہتا تھا، تاکہ وہ طیارہ شکن توپوں کے گولے چھوڑنے اور بھاگتے ہوئے دشمن ہوائی جہازوں کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھیں، لاہور کے جیالے عوام نے تو دن کے وقت یہ فضائی معرکہ اس طرح دیکھنے کی سعادت حاصل کی تھی جیسے وہ پتنگ بازی کا مقابلہ دیکھ رہے ہوں بہر حال! ہمارے عوام کا یہ طرز عمل کتنا ہی دلیرانہ کیوں نہ ہو، مگر احتیاط اور دفاعی اصولوں کے خلاف تھا، اس لئے شہری دفاع کے کارکنوں کو عوام کو اس سے منع کرنے میں بڑی دقت اٹھانی پڑتی تھی۔

ریڈیو کی خبریں اور اس سے جاری ہونے والی اطلاعات و ہدایات سننا اُن دنوں کا سب سے اہم مشغلہ تھا، خبروں کا درمیانی وقت کاٹنا مشکل معلوم ہوتا تھا اور جب اس کے ذریعہ پاک افواج کے حیرت انگیز کارنامے سننے میں آتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے جسم میں سیروں خون کا اضافہ ہو گیا ہے

ایک رات ریڈیو نے خبر دی کہ اس بات کا شبہ ہے کہ دشمن نے کراچی کے مضافات میں چھاتہ بردار سپاہی اتارے ہیں اور ان کے مشن کو ناکام بنانا شہریوں کا فرض ہے مضافات کراچی میں ہونے کی وجہ سے ہمیں فرض اپنے اوپر کچھ زیادہ محسوس ہوا، اساتذہ نے ہمارے لئے آس پاس کے علاقے تقسیم کر دیئے کہ رات کے وقت ان چھاتہ برداروں کو تلاش کرنے کی کوشش کریں، رات کے دس بجے کے قریب چاندنی رات میں ہم باہر نکلے تو خیال تھا کہ شاید اس "فرض" کی ادائیگی میں ہم تنہا ہوں گے، لیکن باہر نکلکر دیکھا تو قریبی آبادی کے عوام ہر گلی کوچے سے لاٹھیاں پتھر اور بندوقیں لئے ہوئے جوق در جوق چلے آ رہے ہیں معلوم ہوا کہ یہ سب لوگ بغیر کسی قاعدہ اور بغیر کسی تنظیم کے محض ریڈیو کا اعلان سن کر گھروں سے جو چیز بھی ہاتھ میں آئی لیکر نکل کھڑے ہوئے ہیں، بلکہ انھوں نے ہم لوگوں کو

جنگل کی طرف سے آتے دیکھا تو "چھاتہ بردار" سمجھ کر ہم پر ہی دوڑ پڑے، ہمارے سروں پر لوہے کی ٹوپیاں اور بازوؤں پر شہری دفاع کے بازو بند نہ ہوتے تو جان بچانا مشکل ہو جاتا

عوام کے اس جوش و خروش اور جذبۂ فرض شناسی کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ؏

ایسی چنگاری بھی یارب میرے خاکستر میں تھی

دارالعلوم کے شمالی علاقے میں طلباء بڑی "امیدوں" کے ساتھ چھاتہ برداروں کو رات بھر تلاش کرتے تھے، دلیل یہ تھی کہ یہاں کھیت، جنگل، جھاڑیاں، گھنے درخت، نالے اور خشک کنوئیں بہت ہیں اور یہ علاقہ ہوائی اڈے سے بھی زیادہ دور نہیں ہے، بعض ساتھی تو بڑے انداز سے یہ دعا کرتے سنے گئے کہ "یا اللہ آج کی رات کوئی چھاتہ بردار ضرور مل جائے" مگر چند دلچسپ غلط فہمیوں کے سوا یہاں کسی "حقیقی چھاتہ بردار" کا ہمیں سراغ نہ مل سکا، البتہ پہرہ داری کی لذت سے تھوڑے بہت آشنا ضرور ہو گئے۔ اور یہ لذت بھی کچھ کم نہ تھی ؏

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

طلباء میں نظم و ضبط قائم رکھنے کے فرائض اساتذہ نے خود سنبھال رکھے تھے جو اپنی اپنی ڈیوٹی کے اوقات میں چوکی پر موجود رہتے، مناسب ہدایات دیتے طلباء کے ساتھ گشت میں بھی حصہ لیتے، اور طلباء کو شہری دفاع کے مختلف کاموں کی مشق کراتے تھے

بھارت کے طیارے کراچی کے آسمان پر ہمیشہ بھاگتے ہی نظر آتے تھے، اس لئے پورے سترہ دنوں میں شہری دفاع کی تنظیموں کو کہیں بھی واقعی طور سے اپنی خدمات پیش کرنے کا موقعہ نہیں ملا، لیکن دارالعلوم کی طرف سے طلباء کے لئے جو انتظام کیا گیا تھا اس سے نظم و ضبط اور دفاعی خدمات انجام دینے کا غیر معمولی شوق و جذبہ ضرور پیدا ہو گیا، جن ساتھیوں نے اُس وقت اِن کاموں میں مؤثر حصہ لیا، وہ آئندہ ایسے مواقع پر جہاں کہیں بھی ہوں گے، انشاءاللہ ملک و ملت کے لئے مفید ثابت ہوں گے۔

اُن سترہ دنوں میں بلیک آؤٹ کا اندھیرا کچھ اتنا پیارا معلوم ہونے لگا تھا کہ جب جنگ بندی کے بعد روشنیاں کھولنے کی اجازت ملی تو روشنی ناگوار معلوم ہوتی تھی، اس وقت دل پر کچھ ایسا ہی تأثر تھا جیسے رمضان کے مبارک مہینے کے رخصت ہوتے وقت روزہ دار کو حسرت ہوا کرتی ہے۔

۵

علماء نے بلالحاظ اختلاف مسلک و مشرب پوری یکجہتی سے ملک کی حفاظت اور مدافعت میں بھرپور کوشش کی اپنی تحریر و تقریر سے لوگوں کے حوصلے برقرار رکھنے اور ان میں جذبہ جہاد بیدار رکھنے میں ان کا کردار نمایاں ہے، آئندہ بھی علماء حق کو ملک کی تحفظ و سالمیت اور خیر خواہی میں کسی سے پیچھے نہ رہنا چاہیے۔ ایک اسلامی ملک کی حفاظت کے لئے ہر امیر خواہ امیر المؤمنین کی مطلوبہ صفات اس میں پائی جاتی ہوں) کی اولوالامارت میں جہاد لازمی و ضروری ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ:

الجہاد ماض الی یوم القیمۃ لا یبطلہ جور جائر ولا عدل عادل او کما قال۔

"جہاد یوم قیامت تک جاری رہے گا، اور اسے نہ کسی جابر و ظالم کا جور باطل کر سکتا ہے نہ کسی عادل کا انصاف"

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کے جذبات کا اصل تعلق اسلام سے ہے اور وطن و زمین کی حیثیت ثانوی ہے، لہٰذا جس نسبت سے یہاں اسلام کے غلبہ میں اضافہ ہوگا اسی نسبت سے اس کے دفاع کے لئے مسلمانوں میں ایثار و قربانی کے ولولے زیادہ ہوں گے۔

نقد و تبصرہ

(تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے)

اسلامی عقیدے

تالیف حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رح، ترجمانی مولانا سید انظر شاہ کشمیری۔ شائع کردہ خضر راہ بک ڈپو۔ دیوبند۔ یوپی ضخامت ۳۰۴ صفحات، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ کاغذ عمدہ کتابت وطباعت متوسط۔ قیمت غیر مجلد تین روپے، (زیر نظر نسخہ مجلد مع گرد پوش قیمت درج نہیں۔)

اسلامی عقائد پر علماء نے دو مختلف نقطہ ہائے نظر سے کتابیں لکھی ہیں، ایک گروہ نے عقائد کے فلسفیانہ پہلو سے گفتگو کر کے ان لوگوں کی تشفی کا سامان کیا جو ہر عقیدے کو عقل سے سمجھنا چاہتے ہیں، اور دوسرے گروہ نے اُن حضرات کو پیش نظر رکھا جو عقل کا استعمال کر کے اسلام کو بہ دل وجان قبول کر چکے، اور اب یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اسلام کے نظامِ عقائد کی تفصیلات کیا ہیں؟ زیر نظر کتاب اسی دوسرے مقصد کے تحت لکھی گئی ہے، اسی لئے اس کے بیشتر دلائل عقلی کم اور نقلی زیادہ ہیں یہ حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رح کے فارسی رسالہ "تکمیل الایمان" کا اردو ترجمہ ہے اور اس میں اسلامی عقائد کو سادہ مگر دلنشین پیرایہ میں سمجھایا گیا ہے، اسی لئے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس رسالہ کو بہت پسند فرماتے تھے۔

مضامین کے مستند ہونے کے لئے حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ہی کافی ضمانت ہے البتہ تبصرہ نگار کو بعض جگہ کچھ الجھنیں پیش آئیں، مثلاً ص ۲۱، ۲۲ پر لکھا ہے کہ:

> "امام ابو حنیفہ رح اور بعض دوسرے ائمہ نے کہا ہے کہ جنات کو ان کے اعمال پر نہ ثواب ہوگا اور نہ وہ بہشت میں داخل کئے جائیں گے ان کے تمام اعمال کی جزا بس یہی ہو گی کہ جہنم کی آگ سے اور عذاب سے بچ جائیں، اس کے باوجود خدا کا فضل وکرم ہے اگر وہ چاہے تو اس سعادت سے جنات کو بھی بہرہ ور کر سکتا ہے"

یہ بات اس لئے سمجھ میں نہیں آئی کہ قرآن کریم نے سورۂ رحمٰن میں جنت کی سرمدی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، وہاں اس کے مخاطب صراحت کے ساتھ جنات بھی ہیں۔ اس لئے قرآن کریم کے نسق سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنات کو بھی ان نعمتوں میں حصہ دار بنایا جائے گا ـــــ امام ابو حنیفہ رح کا جو ارشاد مذکورہ عبارت میں نقل کیا گیا ہے وہ ہمیں "الفقہ الاکبر" اور "الوصیۃ" میں نہیں ملا۔ اگر ہمارا اعتراض کم علمی پر مبنی ہو اور امام ابو حنیفہ رح کے اس قول کی سند اور قرآن وسنت سے اس کی کوئی دلیل کسی

اہل علم کو معلوم ہو تو براہ کرم وہ ہمیں مطلع فرمائیں۔

اس رسالہ میں یوں تو تمام مسائل نہایت اختصار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں لیکن بعض خاص خاص مسائل پر بڑی مفصل تحقیقات بھی ملتی ہیں، مثلاً ایمانِ فرعون کے مسئلہ پر حضرت شیخ رح نے بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور شیخ ابن عربی رح کا جو قول فصوص الحکم میں درج ہے کہ فرعون مومن تھا۔ اس کے مقابلے میں فتوحات مکیہ سے انہی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

"جہنم کے بہت سے درکات ہیں۔۔۔۔۔۔
ان میں سے ایک ایسا طبقہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے ان متکبرین اور معاندین کے لئے مخصوص کیا ہے جو کفر اور استکبار میں سب سے بڑھ چڑھ کر تھے جیسا کہ خود یہی فرعون"

حضرت شیخ رح اس قول کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:

"ابن عربی رح کے بعض ہوا خواہوں نے یہ بھی کہا کہ قرآن مجید کی اس آیت یعنی حتی اذا ادرکہ الغرق الخ میں شیخ نے آیت میں جو متعدد احتمالات ہیں، فصوص میں انہی کا ذکر کیا ہے، فرعون کے بارے میں ان کی ذاتی رائے وہی ہے جس کا اظہار فتوحات مکیہ میں کیا تھا۔۔۔۔ اور اگر یہ تطبیق ممکن نہ ہو تو بے تامل شیخ کی رائے کو چھوڑ دینا چاہئے"

(ص ۱۴۶ و ۱۴۷)

پھر اس جیسے مسائل میں کیا صاف اور بے غبار اصول تحریر فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کو چاہئے کہ عقائد، کفر و ایمان کے مسائل میں سواد اعظم کو نہ چھوڑیں، اگرچہ مشائخ کی اتباع مناسب ہے، مشائخ کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہئے اور تا بہ امکان ان کے تفردات کو اجماعی مسائل سے قریب کرنے کی کوشش کی جائے۔"

(ص ۱۵۰)

اس کے علاوہ ص ۲۳۴ سے ص ۲۴۶ تک "مسئلہ خلافت" پر بھی حضرت شیخ رح نے نہایت مفصل اور تشفی بخش بحث کی ہے "مشاجرات صحابہ رض" پر بھی حضرت شیخ رح نے اعتدال کی پُرسکون راہ یہ بتائی ہے کہ تاریخ میں صحابہ کرام رض کے بارے میں جو خلجان انگیز باتیں ملتی ہیں، ان کے بارے میں ہر مسلمان کو یہ سوچنا چاہئے کہ:

"یہ تمام واقعات اور ان کی شہرت غیر یقینی ہے اور ان کی صحابیت ایک یقینی امر ہے، لہٰذا اس کو غیر یقینی شہرتوں سے کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے۔" (ص ۲۷۷)

حضرت شیخ رح کے اس رسالے کا ترجمہ حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ گرامی مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری (استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند) نے کیا ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس اور رواں ہے۔ بلکہ آج کی اصطلاح کے مطابق کہنا چاہئے کہ "آزاد ترجمہ" ہے پھر فاضل مترجم نے جابجا اپنے تشریحی اور تحقیقی حواشی سے کتاب کی قدر و قیمت میں بڑا اضافہ کر دیا ہے، ان حواشی میں مجملات کی تشریح بھی ہے، اور جن علماء کا ذکر متن میں آیا ہے ان کا تعارف بھی، اس کے علاوہ جن مقامات پر حضرت شیخ رح کی رائے علماء کی اکثریت کے خلاف ہے (مثلاً "اعراف" استمداد بالقبور اور لعنت یزید وغیرہ کے مسائل) وہاں انہوں نے ادب و احترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختصر مگر مدلل تنقیدیں بھی کی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض مسائل مثلاً جبر و قدر اور حیاتِ خضر پر اپنی طرف سے بعض مفید تحقیقات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ جزاہ اللہ خیرا

البتہ جنت و دوزخ کے فنا و بقاء کے بارے میں حضرت شیخ رح نے احادیث کے جس تعارض کا ذکر فرمایا ہے اس کی جو تشریح فاضل مترجم نے ص ۴۱ کے حاشیہ پر کی ہے وہ نظر ثانی کے لائق ہے۔

مولانا انظر شاہ صاحب کا اسلوب نگارش صرف شگفتہ ہی نہیں، کسی قدر شوخی بھی لئے ہوئے ہے جس سے قاری دلچسپی محسوس کرتا ہے، البتہ جب علامہ سیوطیؒ کے تعارف میں یہ جملہ نظر سے گذرا کہ وہ :

" بڑے لکھاڑ اور وسیع النظر عالم ہیں" (ص ۳)

تو بے ساختہ یہ مصرعہ زبان پر آگیا کہ ؎

شوخی سہی کلام میں، لیکن نہ اسقدر

بحیثیت مجموعی یہ کتاب عوام اور اہل علم دونوں کیلئے قابل مطالعہ اور مفید ہے۔ شروع میں مولانا ظفیر الدین صاحب کے قلم سے علم کلام کی تاریخ پر ایک مفید مقدمہ بھی شامل ہے۔ پاکستان میں اس کتاب کو حاصل کرنے کیلئے منیجر ماہنامہ بینات جامع مسجد نیوٹاؤن کراچی ۵ سے رجوع کیا جائے (م۔ ت۔ ع)

فضائل استغفار

۲۲×۱۸/۱۶ سائز، سفید کاغذ ۳۲ صفحات، قیمت ۵۰ پیسے،

کتابت وطباعت عمدہ،

ناشر:۔ مکتبہ اشرفیہ معرفت جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رسالہ الاستبصار فی فضل الاستغفار کو مذکورہ بالا نام کے ساتھ اچھے پیرایہ اور سلیقہ سے طبع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو جامعیت کا جو وصف عطا فرمایا تھا وہ آپ کے مواعظ وتصانیف میں نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے۔ اس مختصر رسالہ میں بھی یہ وصف مخصوص بدرجۂ اتم موجود ہے

آپ نے پہلے وہ قرآنی آیات جمع فرمائی ہیں جن میں توبہ واستغفار کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اس کے بعد وہ احادیث درج فرمائی ہیں جو اس مضمون پر مشتمل ہیں اور آخر میں مختلف اوقات وحالات کے لحاظ سے استغفار وتوبہ کا بیان فرمایا ہے۔

کتاب کی افادیت کے لئے صرف حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ہی بحیثیت مصنف کافی ضمانت ہے۔

(نعمانی)

ماہنامہ رضوان (ماں نمبر)

مسلم خواتین کا یہ دینی ترجمان گوئن روڈ لکھنؤ بھارت سے شائع ہوتا ہے مولانا محمد ثانی حسنی مدیر اور محترمہ امۃ اللہ معاون مدیر ہیں، سالانہ چندہ ۵ روپے ہے جو سید حسن جعفری صاحب قافلہ ہاؤس ۱۳/۳ قاسم آباد کراچی ۱۹ کے پاس جمع کرایا جا سکتا ہے، زیر تبصرہ رسالہ کی قیمت ۱/۲۵ ہے۔

ایسے میں ماہنامہ رضوان کا ماں نمبر شائع کرنا، مسلمان ماں کی خدمت میں سپاس گذاری کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی بے راہ روی پر دعوت غور وفکر بھی ہے

اس نمبر میں ہندوستان کے بہت سے موجود و مرحوم علماء دین اور صاحبان قلم کے رشحات فکر بہت سلیقہ اور اچھے انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔ جو پڑھے لکھے مسلمان اس نمبر کو حاصل کرسکتے ہوں ان کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے!

(نعمانی)

میری نماز

مؤلفہ مولانا محمد ادریس صاحب انصاری۔

ناشر:۔ مکتبہ اصلاح وتبلیغ ہیر آباد، جامع مسجد روڈ حیدر آباد پاکستان۔

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ۱۱۲ صفحات

کاغذ، کتابت، طباعت معمولی۔

قیمت:۔ ایک روپیہ ۱۲ پیسے۔

اس کتابچہ میں نماز کی اہمیت وفضیلت اس کے مختلف ارکان کے اسرار وحکم اور وضو ونماز وغیرہ کے مختصر مسائل درج ہیں، البتہ بعض غیر مستند روایات بھی نظر پڑیں، روایت حدیث کے معاملے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

مجموعی حیثیت سے رسالہ انشاء اللہ مفید ہوگا۔

(م۔ ت۔ ع)

پبلیشر: مفتی محمد شفیع۔ دفتر البلاغ کراچی نمبر ۱۴
پرنٹر: مستفیض احمد صدیقی۔ انٹرنیشنل پریس کراچی۔